www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اپریل
2001

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعبد ربك حتى يأتيك اليقين

صدق الله العظيم

اور بندگی کیے جا اپنے رب کی جب تک آئے تیرے
پاس یقینی بات (موت) سورۃ الحجر

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المُرشد

لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

اپریل 2001

جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 9

مدیر ــــ چوہدری محمد اسلم

نائب مدیر ــــ الطاف قادر محسن

سرکولیشن مینجر ــــ رانا جاوید احمد

کمپیوٹر گرافکس ــــ اعجاز احمد اعجاز

CLP No. 3

قیمت 20 روپے

اس شمارے میں

1	اداریہ	محمد اسلم	3
2	ذکر الٰہی کیوں؟	پروفیسر عبدالرزاق	4
3	مسلمانوں کی کافرانہ حکومت	امیر محمد اکرم اعوان	10
4	صاحب دانش	امیر محمد اکرم اعوان	17
5	اسوہ حسنہ	امیر محمد اکرم اعوان	24
6	جشن آزادی	امیر محمد اکرم اعوان	27
7	اپنی مدد آپ	امیر محمد اکرم اعوان	37
8	سیماب اویسی سے انٹرویو	ثمینہ افتخار اعوان	44
9	ویلنٹائن	محمد عطاء اللہ صدیقی	54
10	فیملی ڈاکٹر	پروفیسر عبدالرزاق	59

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات	بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	175 روپے	2700 روپے	برطانیہ اور یورپ	25 سٹرلنگ پاؤنڈ	130 سٹرلنگ پاؤنڈ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	400 روپے	4000 روپے	امریکہ	45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
مشرق وسطیٰ کے ممالک	90 سعودی ریال	700 سعودی ریال	کینڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

رابطہ آفس۔ دارالعرفان، عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی، فیصل آباد۔ فون 542284

ناشر پروفیسر حافظ عبدالرزاق انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

ہیڈ آفس۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

پانی کی قلت

آزمائش یا عذاب

گزشتہ دنوں تنظیم الاخوان کے زیر اہتمام اسلام آباد میں ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں ملک میں پانی کے موجودہ بحران کے حوالے سے ماہرین نے اظہار خیال کیا۔ سیمینار میں ملک بھر سے ماہرین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ماہرین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ چھوٹے ڈیموں کی تعمیر سے پانی کے بحران پر قابو پانا ممکن نہیں' اس بحران پر قابو پانے کے لئے بڑے ڈیم بنانا ہوں گے۔ مقررین نے کہا کہ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم اور ماضی کے حکمرانوں کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے خوراک اور پانی کی کمی واقعی ہوئی ہے جس نے پوری قوم کو مشکلات سے دوچار کر دیا ہے اگر پانی کے مسائل اور استعمال کو کنٹرول نہ کیا گیا تو غیر ملکی طاقتیں پاکستان سے باہر بیٹھ کر حکومت کریں گی۔ مقررین نے کہا کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی رپورٹ ہوم ورک مکمل کئے بغیر پیش کی گئی تھی جس سے ڈیم کی تعمیر متنازعہ ہو گئی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مناسب اصلاحات اور ڈیموں کی تعمیر کے بارے فوری اقدامات کے بغیر پانی کے بحران پر قابو پانا مشکل ہو گا۔

ڈیموں میں پانی کی کمی کی خبروں سے عام آدمی میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔ پانی کی یہ کمی پاکستان کی معیشت کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ یہ عذاب الٰہی ہے جو ہمارے حکمرانوں اور خود ہماری بداعمالیوں کی پاداش میں ہم پر مسلط ہوا چاہتا ہے۔

ایک طرف تو ہمارے حکمرانوں نے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کیں اور اپنی تمام تر صلاحیتیں ملکی وسائل کو لوٹنے پر صرف کر دیں دوسری طرف "نیک آدمیوں" نے بھی لوگوں کو نماز' روزہ کے فقہی مسائل میں الجھائے رکھا اور ملکی نظم و انصرام اور سیاستدانوں کی لوٹ مار سے آنکھیں بند کئے رکھیں۔ یوں ہم مکافات عمل کا شکار ہو گئے۔

اگر حالات پر ایک نظر دوڑائی جائے تو ملک کے موجودہ مسائل کی سب سے بڑی وجہ پاکستان میں رائج ظالمانہ اور فرسودہ نظام ہے۔ اس نظام ہی کی وجہ سے پاکستان آج مسائل کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ آج ہم اس نظام اور اس کو قائم و دائم رکھنے والے افراد کو برا بھلا تو کہتے ہیں مگر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کو تیار نہیں۔ ہم اسلامی نظام میں اپنے تمام مسائل کا حل تو مانتے ہیں مگر اس کے عملی نفاذ کے لئے جدوجہد کے لئے تیار نہیں۔ شاید اس لئے ہمارے ہاں یہ رجحان فروغ پا گیا ہے کہ صرف نماز' روزہ' حج اور دیگر عبادات ہی اسلام کے زمرے میں آتی ہیں۔ شاید ہم نے یہ بھلا دیا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات اللہ کے حکم کے مطابق چلانا مکمل اسلام ہے۔ آج ہم مسجدیں اور مدرسے تو بھرے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن روز مرہ کے معاملات میں لوگ اسلامی اصولوں کی پاسداری سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید ہم پانی کی قلت اور اسی طرح کے دوسرے مسائل کا شکار نہ ہوتے۔۔۔ افسوس کہ ہم مسائل اور مشکلات سے دوچار ہو کر بھی اس راستے پر چلنے کی عملی کوشش نہیں کر رہے جو خوشحالی کی طرف جاتا ہے۔ ہم اب بھی اس نظام کے عملی نفاذ کے لئے میدان میں نہیں نکل رہے جو ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔۔۔ اس سے قبل کہ ہم پر کوئی اور مصیبت یا مشکل آئے ہمیں اللہ سے معافی مانگتے ہوئے میدان عمل میں آنا ہو گا اور ملک میں رائج کافرانہ نظام کو بدلنے کی عملی جدوجہد کرنا ہو گی تاکہ ہمیں ان مسائل سے چھٹکارا مل سکے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ذکر الٰہی، کیوں؟

تحریر۔ پروفیسر عبدالرزاق

ماہرین نفسیات کا یہ کہنا ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ جب اسے کوئی کام کرنے کو کہا جائے یا خود اس کے ذہن میں کسی کام کے کرنے کا خیال پیدا ہو تو فوراً اس کے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ میں یہ کام کیوں کروں۔ جب تک اسے اس کیوں کا جواب نہ ملے وہ کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور اگر کسی طرح کرنا شروع کر بھی دے تو اس کے عمل میں نہ خلوص ہوتا ہے نہ جوش نہ لگن، بس محض خانہ پری یا ضابطے کی کاروائی ہوتی ہے۔ ایک معصوم بچہ جس نے ابھی چلنا بھی نہ سیکھا ہو اسے آپ اشارے سے یا زبانی اپنی طرف بلائیں تو ٹس سے مس نہ ہوگا۔ ہاں اسے ایک کھلونا دکھائیں تو وہ لپک کر رینگتے ہوئے آپ کی طرف بڑھے گا۔

اس کیوں کے جواب کے سلسلے میں لوگ مختلف قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً

(۱) کوئی شخص اگر کسی تنظیم یا ادارے سے معاہدہ کر کے وابستہ ہوگا تو اس کے لئے اس کیوں کا سادہ سا جواب کافی ہوتا ہے کہ ایسا کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فوج کا ایک ماٹو ہے سپاہی کا کام؟ حکم ماننا۔

(۲) کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں کسی نظریے سے یا کسی شخصیت سے محبت ہوتی ہے۔ ان سے ہر کام محبت کراتی ہے اور محبت وہ قوت ہے کہ اس قوت کے بل بوتے پر انسان مشکل سے مشکل کام کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

(۳) کچھ لوگ منطقی ذہن کے ہوتے ہیں۔ عقلیت پرستی ان کا شیوہ ہوتا ہے ان کے لئے عقلی استدلال اس کیوں کا جواب ہوتا ہے۔

(۴) کچھ لوگ مفاد پرست ہوتے ہیں خواہ مفاد کی نوعیت مختلف ہو ان کو اس کام کے کرنے میں اپنا کوئی مفاد نظر آئے تو یہی ان کے لئے اس کیوں کا جواب ہوتا ہے۔

مسلمان کوئی بے معنی لفظ نہیں بلکہ یہ لفظ اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اس شخص نے اس خاص نظریہ اور اس خاص ضابطہ حیات کو اپنانے کا دعویٰ کیا ہے جس کا نام خالق کائنات نے "دین اسلام" رکھا ہے اور جس کے متعلق اس نے اعلان کیا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اللہ کا پسندیدہ ضابطہ حیات اسلام ہے۔ وہ جہاں خالق انسان ہے وہاں انسان کی نفسیات کا بھی خالق ہے اس نے انسان کی فطرت میں یہ رکھ دیا ہے۔ انسان کو اپنے آباؤ اجداد سے اور ان کی روایات سے محبت ہوتی ہے اس لئے اس نے جہاں یہ اعلان فرمایا کہ اسلام دراصل انسان کے خالق کا پسندیدہ دین ہے وہاں یہ بھی اعلان فرمایا کہ ملۃ ابیکم ابراھیم یعنی یہ تمہارے جد امجد ابراہیمؑ کا پسندیدہ ضابطہ حیات ہے پھر یہ بھی اعلان فرمایا کہ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم یعنی ابراہیمؑ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اسلام نے حیات یا زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اول پیدا ہونے سے مرنے تک دوم مرنے سے لیکر نہ ختم ہونے والے عرصے تک۔

پہلا حصہ ذریعہ ہے دوسرا حصہ مقصد۔ یعنی پہلے حصے میں پوری تندہی کے ساتھ وہ تعمیری کام کرو جن سے دوسرا حصہ نہایت پرسکون اور پرلطف بن جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں اس کا نقشہ بڑی تفصیل کے ساتھ ملتا ہے اللہ کی آخری کتاب۔ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کی ایک دعا ملتی ہے۔ ارشاد ہے۔ ولا تخزنی یوم یبعثون۔ یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ یعنی جس روز دوبارہ زندہ کئے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔ جس دن مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی ہاں فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قلب سلیم یعنی بے عیب دل لیکر حاضر ہوگا۔

آخرت کی زندگی کی اہمیت دیکھ لیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندگی کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

پہلے حصے یعنی دنیوی زندگی میں جلتی ہوئی آگ میں پھینکا گیا کوئی پرواہ نہ کی۔ بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ملا۔ ماتھے پر شکن نہ آیا، لیکن زندگی کے دوسرے حصے میں رسوائی سے بچنے کے لئے ابھی سے اپنے رب سے التجائیں کر رہے ہیں مگر اس کے ساتھ ایک عجیب رہنمائی بھی فرما دی کہ اس زندگی میں سکون اور عیش کی صرف ایک صورت ہے کہ انسان یہاں اس زندگی میں اپنے دل کو صیقل کرنے کی کوشش کرے تاکہ مالک کے سامنے بے عیب لیکر حاضر ہو۔

معلوم ہوا کہ اس زندگی میں اصل کرنے کا کام یہی ہے تاکہ ابدی زندگی میں سکون وعیش میسر آ سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دل عیب دار اور میلا کیسے ہوتا ہے تو قرآن حکیم رہنمائی فرماتا ہے کہ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ اس کے باغیوں اور نافرمانوں کے عذاب کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔" اس بیان سے بے عیب دل کی اہمیت میں اور اضافہ ہوگیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اعمال بد کی وجہ سے دل پر زنگ تو چڑھ گیا مگر اس زنگ کے اتارنے کی بھی کوئی صورت ہے کیا؟

ہاں! اس زنگ کو اتارنے کے فن میں سپیشلسٹ بھی اللہ کریم نے ایک ہستی کو بھیج دی جس کا تعارف اس لقب سے کرایا کہ وما ارسلنک الا رحمة اللعالمین یعنی ہم نے تجھے اہل دنیا کے لئے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ تو اس رحمتہ اللعالمین نے فرمایا لکل شیء صقالة و صقالة القلوب ذکر اللہ۔ یعنی ہر زنگ خوردہ چیز کو صیقل کرنے کا کوئی ذریعہ ہوتا ہے اور زنگ خوردہ دلوں کو صیقل کرنے کا واحد ذریعہ "ذکر الٰہی" ہے۔ اس فرمان کی روشنی میں پوری یکسوئی سے غور فرمایئے کہ "ذکر الٰہی کیوں" کا جواب اس سے بڑھ کر مکمل بھی کوئی ہے؟ اور کسی اور جواب کے تلاش کی ضرورت ہے؟ جواب تو واقعی لاجواب ہے مگر اس موضوع پر جتنا بھی سوچا اور بیان کیا جائے جی نہیں بھرتا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے اس موضوع پر جو کچھ فرمایا ہے اس کا کچھ بیان ہوجائے۔ وھو ھذا۔

(۱) قرآن کریم میں ۶۲ مقامات پر براہ راست ذکر الٰہی کا بیان ہوا اور بالواسطہ جو بیان ہوا ہے اس کا شمار نہیں۔

(۲) ۲۰ مقامات پر ذکر الٰہی کرنے کا صریح حکم ہے ان میں ۷ جگہ بصیغہ واحد یعنی اُذکُر ۱۲ جگہ بصیغہ جمع یعنی اُذکُروا اور ایک جگہ تثنیہ کا صیغہ استعمال کرکے تاکید کی گئی ہے کہ ولا تنیا فی ذکری یعنی میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خطاب کیا گیا ہے۔

(۳) ان بیس مقامات پر جو ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ۴ مقامات پر ذکر کے ساتھ کثیر کی صفت بھی ہے یعنی کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔

(۴) ۶۲ مقامات میں سے ۸ مقامات پر ذکر کے ساتھ کثیر کی صفت بیان ہوئی ہے۔

(۵) ۴ مقامات پر بصراحت ذکر دوام کا حکم ہے۔

(۶) ۴ مقامات پر ہر حالت یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر الٰہی کرنے کا حکم ہے۔

(۷) ۴ مقامات پر فلاح کا مدار ذکر کثیر کو قرار دیا ہے۔

(۸) ایک مقام پر ذکر الٰہی کے ساتھ اکبر کی صفت لگائی گئی ولذکر اللہ اکبر یعنی سب سے بڑی عبادت ذکر الٰہی ہے۔

(۹) ۷ مقامات پر ذکر اسم (اللہ) کی تاکید ہے۔

(۱۰) ایک مقام پر ذکر الٰہی بلکہ ذکر دوام کو عقلمندی کی علامت قرار دیا ہے۔

(۱۱) ایک مقام پر اللہ کو بھلا دینے والوں کو فاسق کا لقب دیا گیا ہے۔

(۱۲) ایک مقام پر ذکر الٰہی سے روگردانی کرنے والوں کو حزب الشیطان کہا گیا ہے۔

یعنی وہ شیطان کی پارٹی ہیں، مگر ان کے لئے یہی باعث فخر ہے کیونکہ وہ اکثریتی پارٹی ہے چونکہ یہ جمہوریت کا دور ہے۔ اس لئے وہ لوگ تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ ہماری اکثریت ہے۔

یہ ۱۲ مختلف صورتیں اس لئے بیان کردی ہیں کہ ابتداء میں "کیوں" کے جواب کے سلسلے میں لوگوں کی مختلف قسمیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے جو جس قسم سے تعلق رکھتا ہے ان ۱۲ میں سے اپنے کیوں کا جواب دیکھ لے۔

آخر میں ایک خاص جواب کا ذکر بھی کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم۔ یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ استاد غالب یاد آ گیا۔

چاہئے اچھوں کو جتنا چاہئے
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

خالق کائنات نے اشرف المخلوقات یعنی آدمی کے جسم میں ایک ایسا عضو رکھ دیا ہے جو اس کے سارے وجود پر حکمرانی کرتا ہے اس کا ایک وصف محبت کرنا ہے اور یہ وصف ایسی زبردست قوت ہے کہ آدمی زندگی بھر میں جو کام کرتا ہے اچھا ہو یا برا۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ مشکل ہو یا آسان تعمیری ہو یا تخریبی یہ محبت ہی آدمی سے کراتی ہے اس کا انداز یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی پسند کے مطابق معاشرے میں سے کسی شخصیت کو اپنا آئیڈیل بنالیتا ہے پھر اپنی ساری محنت اور کوشش اس کام میں لگا دیتا ہے کہ اپنے آئیڈیل یا محبوب کی ہر ادا کو اپنا لے حتیٰ کہ وہ فنا فی المحبوب ہوجاتا ہے۔ ایک ڈاکو سے لیکر ایک ولی اللہ تک آپ کسی کی سیرت اور شخصیت کا جائزہ لیں اس کا تجزیہ کریں تو آپ کو یہ حقیقت واضح طور پر نظر آنے کی معلوم ہوا کہ یہ حقیقت آدمی کی نفسیات کا ایک اہم جزو ہے ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ اگر دل صحت مند ہے جس کو اصطلاح میں قلب سلیم کہتے ہیں تو آئیڈیل یا محبوب اعلیٰ درجے کا ہوگا اور دل بیمار ہے تو آئیڈیل گھٹیا بلکہ نہایت رذیل قسم کا ہوگا۔

خالق انسان نے اپنے بندوں پر شفقت فرماتے ہوئے یہ اہتمام فرمایا کہ تاریخ کے ہر دور میں اپنے بندوں کے لئے آئیڈیل خود مقرر فرمائے حتیٰ کہ اس آخری دور کے لئے آخری آئیڈیل کی نشاندہی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی اے اولاد آدم تمہارے لئے انسانیت کا بہترین نمونہ اور زندگی کا بہترین آئیڈیل اللہ کے رسول کی ذات ہے پھر یہ حقیقت بھی بتا دی کہ اسے آئیڈیل تو بنایا تمام بنی نوع انسان کے لئے مگر اسے محبوب تسلیم کرکے اس سے استفادہ وہی آدمی کریں گے جن میں یہ تین صفات موجود ہوں گی۔ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا۔ یعنی پہلا وصف یہ ہو کہ اسے یقین ہو کہ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ ایک روز آئے گا کہ یہ نظام ختم ہوجائے گا۔ دارالجزا کا نظام شروع ہوگا۔ دوسرا وصف یہ کہ یہ یقین ہو کہ اس روز رب العالمین کی عدالت میں حاضر ہوکر اس بات کا جواب دینا ہوگا کہ تمہیں کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا اور تم کرکے کیا لائے۔ تیسرا یہ کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرے۔ اب ذرا پت کے دیکھئے کہ اس "کیوں" کا کتنا خوبصورت جواب ہے کہ کثرت سے ذکر الٰہی اس لئے کریں کہ رب العالمین کے مقرر کردہ آئیڈیل سے ماحقہ استفادہ کرسکیں۔ ورنہ حیوان ناطق سے بڑھ کر ہماری کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اس عظیم ہستی نے قرآن حکیم میں ۶۲ مقامات پر بیان کردہ ذکر الٰہی کے متعلق کیا فرمایا اور کیا کرکے دکھایا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کان خلقہ القرآن کہ قرآن کو دیکھ لو۔ سارا حضور کا اخلاق ہی تو ہے۔ یعنی قرآن نے جو کچھ کرنے کا حکم دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کرنے کی تاکید بھی فرمائی اور خود کرکے بھی دکھایا۔ مثلاً ذکر الٰہی کے متعلق......

(۱) کئی مقامات پر ذکر دوام کا حکم ہے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اللہ کا ذکر کرتے تھے یہ بات عجیب سی لگتی ہے کیونکہ زندگی میں مختلف اتار چڑھاؤ ہوتے ہیں۔ دنیا کے کئی دھندے ہوتے ہیں لوگوں سے معاملات ہوتے ہیں۔ رات نیند کرنی ہوتی ہے تو ہر لمحہ ذکر الٰہی کیونکر ہوسکتا ہے۔ ہاں یہ مشکلات تو ہیں مگر ذکر الٰہی کی دو بڑی قسمیں ہیں اول ذکر لسانی۔ یہ ہر حال میں نہیں ہوسکتا بالخصوص نیند کی حالت میں دوسرا ذکر قلبی یہ ہر حال میں ہوسکتا ہے۔ اس حقیقت کو تو ایک عام ان پڑھ مسلمان بھی جانتا ہے اور برملا کہتا ہے "ہتھ کار ول تے دل یار ول" رہی بات نیند کی تو حضورؐ نے یہ نکتہ خود حل فرمادیا۔ ارشاد ہے تنام عینای و لا ینام قلبی۔ یعنی میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ پس جب دل جاگتا ہے تو ذکر الٰہی کے سوا اسے کرنا کیا ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر الٰہی کی حیثیت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا!

مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر ربہ کمثل الحی والمیت۔ یعنی اللہ کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال یہ ہے جیسے زندہ اور مردہ۔ یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے اور نہ کرنے والا مردہ ہے۔ گویا اللہ کا ذکر نہ کرنے والے دراصل چلتی پھرتی لاشیں ہیں جو نظر آ رہی ہیں۔

(۳) قرآن حکیم میں ایک مقام پر آیا ہے ولذکر اللہ اکبر۔ یعنی سب سے بڑی عبادت اللہ کا ذکر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا گیا۔ ای الاعمال افضل یا رسول اللہ۔ یعنی یا رسول اللہ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا اور سب سے اعلیٰ ہے۔ فرمایا۔ تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ۔ یعنی افضل ترین عمل یہ ہے کہ جب تو دنیا سے رخصت ہونے لگے تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ سبحان اللہ کیا اسلوب بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ مرتے وقت آدمی کے ذہن میں وہی بات آتی ہے جس میں ساری عمر صرف کی ہو تو مطلب یہ ہوا کہ افضل عمل یہ ہے کہ آدمی ساری عمر اللہ کے ذکر میں لگا دے تاکہ مرتے وقت اس کی زبان پر اللہ کا نام ہو۔ یہ تو ممکن نہیں کہ عمر بھر اللہ کا نام نہ لے اور مرتے وقت اس کی زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو۔

(۴) ذکر الٰہی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تاکید فرمائی کہ ارشاد فرمایا۔ اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون۔ یعنی اس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو کہ لوگ کہنے لگیں یہ دیوانہ ہوگیا ہے یعنی آدمی کی حالت یہ ہو کہ

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے

تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

(۵) انسان کا سب سے بڑا اور خطرناک دشمن شیطان ہے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے ان الشیطان لکم عدو۔ اور اس نے اعلان کیا تھا بلکہ چیلنج کیا تھا کہ میں اولاد آدم کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔ ہر ممکن تدبیر اختیار کروں گا اس خطرناک دشمن سے بچاؤ کی تدبیر رحمۃ اللعالمین نے بتائی۔ ارشاد ہے۔۔۔

الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل وسوس

یعنی شیطان انسان کے قلب پر نظر جمائے گھات میں بیٹھا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرے وہ دور ہٹ جاتا ہے جب یاد الٰہی سے غافل ہو آگے بڑھ کر اس کے قلب میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس "کیوں" کے جواب میں ایک تو ہر لحظہ ذکر الٰہی اختیار کرکے دکھایا کہ یہ انسانیت کا امتیازی نشان ہے پھر یہ بتایا کہ یہ اللہ کے قرب اور اس کی محبت کا ذریعہ ہے پھر یہ کہ یہ افضل ترین عبادت ہے اور آخر میں یہ کہ سب سے بڑے اور خطرناک دشمن سے بچاؤ کے لئے محفوظ قلعہ ہے۔

اس سلسلے میں ایک دلچسپ مکالمہ ہوا تھا یہاں اس کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا۔

میں ایک دفعہ لاہور گیا اپنے سلسلے کے ساتھی جناب حبیب الرحمن صاحب ایس پی انٹی کرپشن کو ملنے ان کے دفتر میں چلا گیا۔ علیک سلیک ہوئی انہوں نے جھٹ سے ریسیور اٹھایا اور کوئی نمبر ڈائل کیا اور کہا سر ایک آدمی آگیا ہے اجازت ہو تو لے آؤں۔ ادھر سے کوئی جواب ملا ہوگا پھر انہوں نے ریسیور رکھ دیا میں نے پوچھا حضرت! یہ کیا ڈرامہ ہے فرمایا ڈرامہ نہیں یہ میرے افسر ڈائریکٹر انٹی کرپشن ایس ایم اے حئی ہیں۔ میں نے ایک روز انہیں ذکر کی دعوت دی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا کوئی پڑھا لکھا آدمی آئے تو مجھے بتانا۔ تو میں نے ان کو یہ اطلاع دی ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ میں گاڑی بھیج رہا ہوں لے کے آجاؤ۔ بس اب گاڑی آیا چاہتی ہے ہم ان کے پاس چلتے ہیں میں نے کہا غضب کیا آپ نے بڑے لوگوں سے بات کرنے کا مجھے سلیقہ کب آتا ہے۔ سلسلہ کی بدنامی ہوئی۔ انہوں نے کہا جو ہونا تھا ہوگیا۔ باقی جو رہتا ہے ہو کے رہے گا۔

پھر گاڑی آگئی اور ہم وہاں پہنچ گئے علیک سلیک ہوئی اور بات شروع ہوئی۔

ڈائریکٹر صاحب! حبیب الرحمن ڈاکٹر براؤن نے لکھا ہے کہ مسلمان جب عملی میدان میں پٹ گئے تو انہوں نے زندگی سے فرار کے لئے کونے کھدرے تلاش کرنا شروع کردیئے یہ تصوف اس دور کی پیداوار ہے۔

ایس پی صاحب! سر! یہ پروفیسر ہیں آپ ان سے بات کریں۔

ڈائریکٹر صاحب! اچھا یہ پروفیسر ہیں لیجئے جناب اب میرے مخاطب آپ ہیں۔

فقیر۔ جناب! ڈاکٹر براؤن صاحب کا فیلڈ کونسا ہے۔

ڈائریکٹر صاحب! انہوں نے پرشین لٹریچر پر ریسرچ کی ہے وہی ان کا فیلڈ ہے۔

فقیر! جب تصوف ان کا فیلڈ ہی نہیں تو آپ نے کس اصول کے تحت ان کو بطور اتھارٹی کوٹ کیا ہے۔

ڈائریکٹر صاحب! واقعی یہ تو بے اصولی ہے اچھا آپ ہی بتا دیں تصوف کس دور کی پیداوار ہے۔

فقیر! تصوف اس دور کی پیداوار ہے جس دور کی پیداوار اسلام ہے۔

ڈائریکٹر صاحب! وہ کیسے؟

فقیر! وہ ایسے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ دین

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہتے ہیں ضابطہ حیات Code of Life، اور حیات کے دو حصے ہیں تھیوری اور پریکٹیکل۔ قرآن تھیوری ہے اور تصوف پریکٹیکل۔

ڈاریکٹر صاحب! ہیں؟ تصوف پریکٹیکل؟ وہ کیسے۔

فقیر! قرآن، انسان بن کر جینے کا ڈھنگ سکھانے کے لئے احکام دیتا ہے اور ان احکام پر پورے خلوص اور انتہائی جذبہ محبت کے ساتھ عمل کرنے کا نام تصوف ہے اور تصوف یہ سلیقہ سکھاتا ہے۔

ڈاریکٹر صاحب! اگر یہ حقیقت ہے تو واقعی آپ کا بیان دراصل بیان حقیقت ہے۔ اچھا آپ یہ بتائیں کہ آپ کا Process کیا ہے؟

فقیر! خالق نے آدمی کے پہلو میں جو دل رکھا ہے اس کی خاصیت محبت کرنا ہے اور محبت ایک زبردست قوت بھی ہے اور مقناطیس بھی ہے جو دوسروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے جب آدمی کے دل میں اپنے خالق کی محبت پیدا ہوجائے تو وہ انسان بن جاتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

آتا نہ ہوگا راس کسی کو نہ آئے عشق
ہم کو تو تیرے درد نے انساں بنا دیا

تو ہمارا Process کہ ہم آدمیوں کو میگنا ٹائز کرتے ہیں تاکہ ان میں وہ مقناطیسیت پیدا ہوجائے۔

ڈاریکٹر صاحب! بات تو لاجیکل ہے ہاں یہ بتائیں کہ میگنا ٹائز کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

فقیر! آپ جانتے ہیں کہ فزکس میں میگنا ٹائز کرنے کے چار طریقے لکھے ہیں۔

(۱) کسی Substance میں بجلی کی رو گزارنا۔ بس ایک سیکنڈ میں مقناطیس بن جائے گا۔

(۲) سنگل ٹچ سسٹم

(۳) ڈبل ٹچ سسٹم

(۴) انڈکشن یعنی چیز کو مقناطیس کے ٹکڑے کے پاس رکھ دینا۔ پڑے پڑے کچھ عرصے کے بعد وہ مقناطیس بن جائے گا۔

ہمارے ہاں بھی یہی چار طریقے استعمال ہوتے ہیں۔

(۱) حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ التفات کی کرنٹ تھی جس پر پڑی اسی وقت میگنا ٹائز ہوگیا اور اس درجے کا ہوا کہ جو ہوگیا مقناطیس بناتا چلا گیا۔

(۲) جب وہ نہ رہی تو سنگل ٹچ سسٹم اور ڈبل ٹچ سسٹم شروع ہوا یعنی ذکر لسانی اور ذکر قلبی۔ ذکر پاس انفاس وغیرہ اور چوتھا طریقہ انڈکشن یعنی صحبت شیخ۔ تو ذکر الٰہی اس کے لئے تصوف کی بنیاد ہے۔ اس کے بغیر نہ تو محبت الٰہی کی مقناطیس پیدا ہوتی ہے نہ آدمی انسان بنتا ہے۔ بس دوٹکا جانور ہی رہتا ہے۔

ڈاریکٹر صاحب! آپ کی بات تو بالکل لاجیکل ہے مگر ایک بات ہے کہ ہر چیز کو تو میگنا ٹائز نہیں کیا جاسکتا؟

فقیر! ہاں یہ درست ہے اس لحاظ سے فزکس میں چیزوں کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں

1-MAGNETIC SUBSTANCE
2-NON-MAGNETIC SUBSTANCE
3-ANTI-MAGNETIC SUBSTANCE

تو تصوف میں ان تین قسموں سے واسطہ پڑتا ہے۔ دیکھئے عمر فاروق پہلی قسم سے تھے کسی ارادے سے آئے حضور کی نگاہ پڑی تو عمر بن الخطاب سے عمر فاروق بن گئے۔ ابو طالب دوسری قسم سے تعلق رکھتے ہیں مدتوں حضور کے ساتھ رہے میگنا ٹائز نہیں ہوئی اور ابوجہل تیسری قسم سے ہے کہ حضور جتنا آگے بڑھتے ہیں اتنا وہ پیچھے ہٹتا ہے۔

ڈاریکٹر صاحب! واقعی بات تو کچھ ایسی ہی لگتی ہے مگر ایک سوال پیدا ہوتا ہے فرض کیا میں Non-magnetic Substance ہوں تو آپ کا تصوف کیا کرے گا۔

فقیر! پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکتہ حل فرمادیا ہے ارشاد ہے یعنی ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یعنی MAGNETIC Substance ہوتا ہے اس کے ماں باپ اس کی غلط تعلیم غلط تربیت سے اسے یہودی بنادے مجوسی بنادے یا نصرانی بنادے تو اور بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوشش کرنا انسان کی ڈیوٹی ہے۔ نتیجہ انسان کے اختیار سے باہر ہے اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان سے باز پرس صرف اس بات کی ہوگی کہ اس نے بساط بھر کوشش کی یا نہیں اس بات کی نہیں کہ نتیجہ یہ کیوں نہیں نکلا۔

ڈاریکٹر صاحب! حبیب الرحمٰن! میں کچھ کروں یا نہ کروں۔ بات کرنے کا لطف آ گیا۔

فقیر! جناب! میں نے مزہ دینے کے لئے بات نہیں کی تھی۔ میں نے تو اظہار حقیقت کے لئے بساط بھر کوشش کی ہے۔

ڈاریکٹر صاحب! آپ کا شکریہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

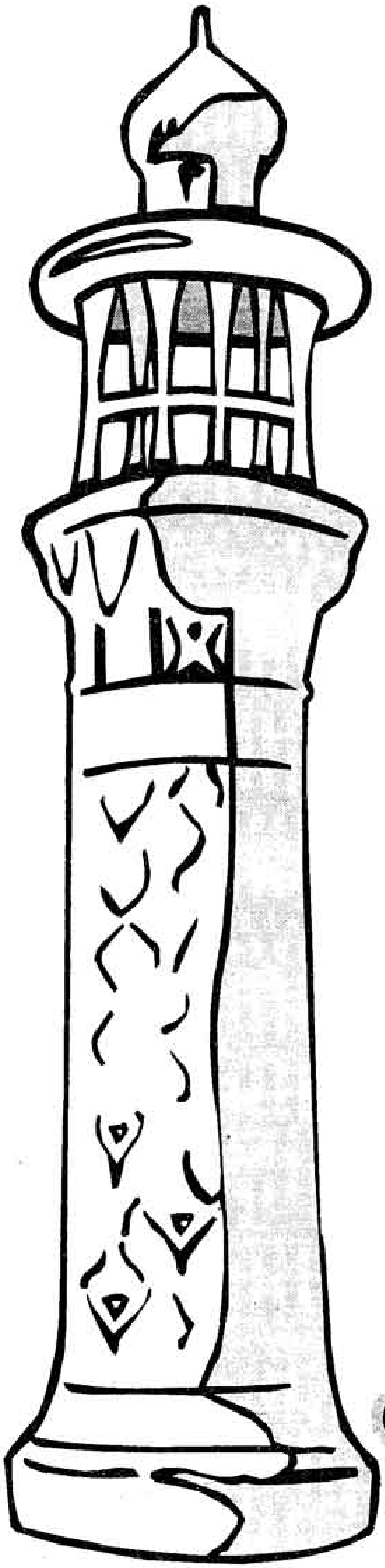

مختلف موضوعات پر خطبات

اگلے صفحات پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسلمانوں کی کافرانہ حکومت

کسی تفسیر، فقہ یا حدیث کی کتاب سے مجھے یہ تصور نہیں ملا کہ ملک مسلمانوں کا ہو، حکومت مسلمانوں کی ہو، رعیت مسلمان ہو لیکن نظام کافرانہ ہو

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 08-01-1999

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔

پچھلے جمعۃ المبارک پر سورۃ بقرہ میں سے اس سے پہلے آیۃ کریمہ پر میں نے کچھ عرض کیا تھا جو ماہ مبارک رمضان شریف کے بارے تھی اس کے ساتھ اگلی آیۃ کریمہ یہ ہے وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا کوئی بندہ میرے بارے پوچھے فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ تو یہ یقینی بات ہے کہ بندے کے سب سے زیادہ قریب میں ہوں۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے دعا کرتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں لیکن شرط قبولیت یہ ہے کہ میں خالق ہوں مالک ہوں تم مخلوق ہو مملوک ہو میں دینے والا ہوں تم محتاج ہو اگر میں تمہاری بات قبول کرتا ہوں سنتا ہوں مانتا ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ تم میری بات بھی مانو۔ بندہ مخلوق محتاج مربوب ہونے کے باوجود جو میری بات نہیں مانے گا وہ کس برتے پہ یہ توقع رکھتا ہے کہ میں اس کی بات مانوں گا۔ جب کہ محتاج وہ ہے ضرورت مند وہ ہے۔

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ۔ تم میری بات بھی قبول کرو۔ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ۔ اور مجھ پر یقین کرو ایمان لاؤ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ یہ یقین و ایمان اور اطاعت الٰہی ہی ایسی چیز ہے جو تمہیں بہتر راستے پر چلنے کا سبب بنے گی۔

اللہ کے ہر جگہ موجود ہونے ہر ایک سے قریب تر ہونے اور ہر کام پہ قادر ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں کسی کو۔ یہاں جو انداز تخاطب ہے وہ یہ ہے وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ۔ جب میرا بندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پوچھتا ہے، یہاں میرا بندہ میں ایک خاص ترکیب ہے میرا بندہ سے مراد وہ بندہ ہے جس میں اللہ کی اطاعت کا جذبہ ہو جو خود کو اللہ کا بندہ سمجھتا ہو ورنہ تو سارے ہی اللہ کے بندے ہیں مخلوق تو ساری اس کی ہے گستاخ نافرمان بدکار چور سب اس کی مخلوق ہے کافر مشرک سب اس کی مخلوق ہیں لیکن یہاں عبادی سے مراد وہ بندہ ہے جو خود کو اللہ کا بندہ سمجھتا ہو وہ کسی شاعر نے کیا تھا۔

مالک سب کا ایک ہے مالک کا کوئی ایک
لاکھوں میں تو ہے نہیں اربوں میں جا دیکھ

کہ کوئی ایک فی ارب بندہ ملتا ہے جو خود کو اللہ کا بندہ سمجھتا ہو تو فرمایا میرا بندہ اگر میرے بارے پوچھے تو اسے کہہ دو کہ میں تمہارے قریب تر ہوں بلکہ خود تمہاری اپنی ذات سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہوں اور کوئی بھی جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار اس کی دعا اس کی گزارش قبول کرتا ہوں بشرطیکہ وہ بھی میری بات سنتا ہو اور مجھ پر یقین رکھتا ہو۔ ایمان کیا ہے

وَ الْیُؤْمِنُوْا بِیْ۔ یقین کا اعلیٰ درجہ۔ اللہ کریم نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی اور کتاب اللہ میں ارشاد فرمایا۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ۔ جتنی جماعتیں دنیا میں آئیں جتنی قومیں دنیا میں آئیں جتنی امتیں دنیا میں آئیں جتنے لوگ میں نے پیدا کئے ان سب میں سے بہترین قوم بہترین امت تم ہو کنتم خیر امہ تمام جماعتوں میں سے بہترین جماعت تم ہو۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ تمہارے خیرامم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمہاری زندگی نوع انسانی کے لئے ہے۔ ایک فرد اپنے لئے جیتا ہے ایک فرد خاندان کے لئے جیتا ہے اور خاندان کی بہتری سوچتا ہے، کوئی شخص ایک قوم کے لئے ایک ملک کے لئے زندگی گزارتا ہے اس کی بہتری سوچتا ہے لیکن تم وہ قوم ہو کہ تم میں سے ہر فرد پوری انسانیت کی بہتری سوچتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے اخرجت للناس تمہیں امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف ہی اس لئے بخشا گیا کہ تم اولاد آدم علیہ السلام کے لئے زندگی گزارتا ہے اس کی بہتری سوچتا ہے لیکن تم وہ قوم ہو کہ تم میں سے ہر فرد پوری انسانیت کی بہتری سوچتا ہے اخرجت للناس تمہیں امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف ہی اس لئے بخشا گیا کہ تم اولاد آدمی علیہ السلام کے لئے زندہ رہو گے اولادِ آدم علیہ السلام کی کیا خدمت بار الہ یہ امت کرے گی؟ فرمایا!

تَأْمُرُوْنَ بالمعروف و تنهون عن المنكر۔ تم اپنے اندر وہ قوت پیدا کرو گے کہ تم نیکی کا حکم دے سکو قرآن نے امر کا لفظ استعمال فرمایا ہے تامرون حکم کرتے ہو تم نیکی کا و تنهون عن المنكر اور برائی سے، ظلم سے روک دیتے ہو۔ و تؤمنون باللہ۔ یہ تم اس لئے کرتے ہو کہ تمہارا اللہ کے ساتھ ایمان ہے یعنی تقاضائے ایمان یہ ہے جو یہاں فرمایا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِیْ میری بات قبول کرو میری دعوت قبول کرو میری بات سنو اور مجھ پر یقین رکھو ایمان لاؤ۔ ایمان کی وضاحت دوسری آیۃ کریمہ نے یہ فرما دی کہ ایمان یہ ہے کہ کارگہ حیات میں عالم انسانیت کی فکر کرو اور ایسی قوت پیدا کرو کہ عالم انسانیت میں ہونے والی برائی کو روک سکو اور لوگوں کو بھلائی کا نیکی کا حکم دے سکو۔

اب اگر کوئی اس سطح سے نیچے گرتا ہے اور اس سطح پر آ جاتا ہے کہ آپ دیکھ لیں اپنے ارد گرد اپنی ذات میں ہم اپنے ماحول میں دیکھیں تو ہمیں کتنے لوگ ملتے ہیں جن کی زندگی میں یہ فکر شامل ہے کہ دنیا پہ ظلم ہو رہا ہے اسے روکا جانا چاہئے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہمیں کوئی ایسا بندہ تلاش کرنا پڑے تو مشکل پیش آتی ہے کیونکہ ہر بندے کا نظریہ اتنا محدود ہو گیا ہے کہ وہ صرف اپنی زندگی جینا چاہتا ہے اپنے بچوں کے لئے گھر بنانا چاہتا ہے اپنے بچوں کے لئے روزگار کرنا چاہتا ہے اپنے بچے پالنا چاہتا ہے۔ اور مر جاتا ہے اس کے علاوہ کوئی سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ زندگی صرف یہ ہے کہ پیسہ کماؤ اور بچے پالو، جائیداد بناؤ اور مر جاؤ۔ فکر جہاں تو بڑی دور کی بات ہے کوئی یہاں تو اپنے ساتھ کے لوگ بہن بھائیوں کے بارے کوئی نہیں سوچتا کہ کوئی تکلیف میں

ہم اپنے ماحول میں دیکھیں تو ہمیں کتنے لوگ ملتے ہیں جن کی زندگی میں یہ فکر شامل ہے کہ دنیا پہ ظلم ہو رہا ہے اسے روکا جانا چاہئے

ہے یا کوئی آسانی میں ہے۔ ہاں بعض لوگ نیک ہیں جو اپنے ساتھ دنیا کے ساتھ اپنی آخرت کی فکر بھی کرتے ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ایسی محنت کریں ایسا مجاہدہ کریں کہ آخرت سنور جائے اور اب رمضان المبارک میں واقعی بے شمار محنت کرتے ہیں۔ سارا دن روزہ رکھنے کے بعد تراویح کی نماز میں دو دو تین تین گھنٹے قرآن کی تفسیر سنتے ہیں جو تراویح میں پڑھا جاتا ہے بیس رکعت تراویح پڑھنا پھر اس بیس رکعت میں پڑھے جانے والے قرآن حکیم کی تفسیر سننا عموماً اکثر مساجد میں تقریباً نماز کے علاوہ تقریر کا دو گھنٹے کا دورانیہ ہوتا ہے جو حضرات اکثر آدھی تراویح پڑھ کے ایک گھنٹہ بیان کرتے ہیں پھر باقی آدھی بیس رکعت پوری کر کے گھنٹہ پھر بیان ہوتا ہے اس طرح گیارہ بارہ رات کے بج جاتے ہیں۔ سحری کو پھر اٹھ جاتے ہیں پھر ذکر اذکار میں تلاوت میں مشغول رہتے ہیں یہ اتنے نیک اور اتنے پارسا لوگ جو ہیں انکے شہروں میں خون بہتا ہے عزتیں لٹتی ہیں پانی کی طرح شراب پی جاتی ہے۔ رمضان المبارک میں **New Year Night** منائی جاتی ہے۔ آپ کے اس وطن عزیز، ملک پاکستان میں، نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا ہوٹل ہو جو بدکاری کا اڈا نہ ہو۔ پہلے لڑکیاں پیش کی جاتی تھیں۔ اب آپ کے ہوٹلوں میں لاہور پنڈی لڑکے لواطت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ہوٹلوں میں سپلائی کئے جاتے ہیں اور بڑے ہوٹلوں میں ہی نہیں چھوٹے چھوٹے ہوٹلوں میں جو کھوکھا ٹائپ ہوٹل ہیں ان میں بھی۔

اس سب سے آنکھیں بند کر کے ساری ساری رات لوگ جنت خریدنے میں لگے ہوئے ہیں کیا وہ کسی کی اولاد نہیں کیا وہ کسی کے بچے نہیں انہیں اغوا کیا جاتا ہے شمالی علاقہ جات سے غریب لوگوں سے خریدا جاتا ہے دور دراز دیہات سے نوکری کا جھانسہ دے کر یا ملازمت کا جھانسہ دے کر لائے جاتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت اور نیکی کی اطلاع دی ذکر کا طریقہ سکھایا اللہ کو یاد کرنے کا سلیقہ بتایا اللہ کو سجدے کرنے کے اسلوب بتائے نماز روزہ۔ آئیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے پوچھیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں کیا ہو گا صلی اللہ علیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حشر قائم ہوگا حدیث شریف کا مفہوم ہے اور بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ جن کے پاس نیکیوں کے انبار ہوں گے اور بڑے مطمئن بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے تبلیغ کے چلے لگاتے وظیفے پڑھتے ہوئے عمر گزار دی تلاوت کی، بے شمار ختم قرآن کئے روزے رکھے نمازیں پڑھیں تہجد تک نہیں چھوڑی ذکر اذکار مراقبات خیر خیرات حج اور عمرے وہ نیکیوں کے پہاڑ ہوں گے، وہ بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوں گے اللہ کریم فرمائے گا کہ واقعی بہت نیکی کی تم نے بڑی عبادتیں کیں لیکن بات یہ ہے کہ تمہاری اور میری بات نہیں بنی تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تو تمہاری عبادت کو میں کیا کروں اس کی مجھے ضرورت نہیں ہے میں تمہاری عبادت کا محتاج نہیں ہوں میری اور تمہاری بات بگڑ گئی ہے پھر پریشان ہوں گے یااللہ وہ کیسے تو ارشاد ہوگا کہ میں بھوکا رہا اور تم عیش کرتے رہے تم نے مجھے نہیں پوچھا میں بیمار ہوگیا تم میری بیمار پرسی کے لئے نہیں آئے میں تڑپتا رہا لیکن تمہیں کوئی صدمہ نہیں ہوا وہ کہیں گے یااللہ تو تو مالک ہے رب ہے تو کوئی محتاج تھوڑی ہے۔ بیماریاں تیری مخلوق ہیں تجھے بیماری کیسے لگ سکتی ہے۔ تو خالق ہے تو وہ فرماتا ہے جس معاشرے میں تو رہتا تھا تیرے قریب کتنے بھوکے لوگ تھے سب میری مخلوق تھے اگر کسی کی خبر گیری کرتا تو میرے لئے کرتا تیرا ان کے ساتھ رشتہ یہ تھا کہ تو میرا بندہ تھا اور وہ بھی میری مخلوق تھے کتنے لوگ تھے جو بیماریوں میں تڑپ رہے تھے تجھے سجدوں سے فرصت نہیں تھی۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے جہاں مسلمان رہتے ہیں اور ان کا اپنا ایک نظام ہے اور لوگ نیک اور پارسا ہیں۔

اور جس معاشرے میں آبادی مسلمانوں کی، ملک مسلمانوں کا، حکومت مسلمانوں کی اور نظام کافروں کا ہو، اس کا تو کوئی تصور ہی شریعت میں نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جتنے گناہوں کا تصور ہے اور ان پر جو سزائیں دنیا میں یا آخرت میں ارشاد فرمائی گئی ہیں ان میں کہیں کسی تفسیر میں فقہ کی کسی کتاب میں اور کسی حدیث کے حوالے سے مجھے یہ تصور نہیں ملا کہ ملک مسلمانوں کا ہو آبادی مسلمانوں کی ہو حکمران بھی مسلمان ہوں اور رعیت بھی

> **اور جس معاشرے میں آبادی مسلمانوں کی۔ملک مسلمانوں کا حکومت مسلمانوں کی اور نظام کافروں کا ھو اس کا تو کوئی تصور ھی شریعت میں نہیں ھے**

مسلمان ہو لیکن نظام کافر کا ہو اس کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور جو کافرانہ نظام سے سمجھوتہ کرلے اس میں گزارا کرے اسے بدلنے کے بارے سوچے تک نہیں کیوں نہیں سوچتے مسلمان؟

میری ذاتی رائے میں جہاں تک میں تجزیہ کرسکا ہوں جتنے لوگوں سے میں ملا ہوں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مروجہ نظام کو تبدیل کرکے اس کی جگہ کوئی اسلامی نظام لانا ممکن ہی نہیں دنیا بہت ترقی کرگئی ہے اور ایسا کوئی نظام اسلام کے پاس نہیں جو آج کی دنیا کے ساتھ چل سکے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ یہ یقین کرنے والے لوگ پھر نمازیں کس لئے پڑھ رہے ہیں یہ تو بجائے خود کفر ہے اور کافر پر نمازیں کب سے فرض ہوگئیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور قیامت تک آنے والے ہر فرد کے لئے زندگی کا راستہ وہی ہے جو اسلام نے متعین کیا ہے انصاف اس کا نام ہے جسے اسلام نے انصاف کہا ہے وہی بہترین معاشی نظام ہے جو اسلام نے دیا ہے اور اگر کوئی اسے اپنائے نہیں اور یہ عقیدہ رکھے کہ اصل حقیقی نظام وہ ہے اور میں خطاکار ہوں اسے نہیں اپنا رہا ہوں وہ گنہگار ہے اور جو یہ کہے کہ وہ قابل عمل ہی نہیں وہ کافر ہے اور کافر پر نہ روزہ فرض ہے نہ نماز فرض ہے نہ زکوٰۃ فرض ہے نہ حج فرض ہے اگر عقیدہ ہی غیر اسلامی ہو تو پھر ان تکلفات کی کیا ضرورت ہے چونکہ پہلے اسلام لانا فرض ہے مسلمان ہونے کے بعد عبادات فرض ہوتی ہیں کافر پر تو عبادت فرض نہیں ہوتی اور جو اسلامی نظام حیات کو ناقابل عمل سمجھے وہ اسلامی عبادات کو باعث ثواب کیوں سمجھتا ہے۔ یہ بات تو یہود ونصاریٰ سے قرآن نے کہی تھی کہ وہ عبادتیں تو رب کی کرتے تھے اور نظام جو زندگی کا تھا وہ اپنا چلاتے تھے عدالتیں اپنی کرتے بیع وشراء اپنی کرتے۔ یہودیوں پر اللہ نے خنزیر حرام کردیا خنزیر کی چربی حرام کردی جانوروں کی چربی حرام کردی وہ چربی نہیں کھاتے تھے چربی گلا کر اس کا وہ تیل بنا کر بیچ دیتے خود نہیں کھاتے تھے اس کی قیمت لے کر کھالیتے تھے اس طرح کے کرشمے جب کرتے تو اللہ نے فرمایا۔

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کیا عجیب لوگ ہو تم اللہ کی آدھی کتاب کو مانتے ہو اور آدھی کا انکار کرتے

ہو یعنی عبادات کو مانتے ہو اور جب عمل کی بات آتی ہے معاشرے میں رہن سہن کی بات آتی ہے معاملات کی بات آتی ہے سیاسیات کی بات آتی ہے تو وہاں انکار کر دیتے ہو اللہ کی کتاب کا، وہاں اور نظام اپنا لیتے ہو۔

تو گیا یہاں عبادات تو وہ اپنائی جائیں جو اللہ نے بتائی ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں لیکن وہ حصہ زندگی کا جو عملی زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ کہہ دیا جائے جی یہ قابل عمل ہی نہیں تو اور کفر کس جانور کا نام ہے اور میرے بھائی اسلام وہ ازلی اور ابدی حقیقت ہے کہ جسے بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیام قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے ہر انسان کے لئے ماننا ضروری ہے جو نہیں مانے گا وہ کافر ہے جس رب العالمین نے جہان بنایا ہے جس رب العالمین نے انسانی اذہان پیدا فرمائے ہیں جس رب العالمین نے انسان کو سوچ اور فکر دی ہے اس رب العالمین نے اسلام کا نظام بنایا ہے اور جس وقت اسلام دنیا میں آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو پوری دنیا پر کوئی شخص اللہ کو جاننے والا بھی نہیں تھا۔ دنیا میں حکومتیں تھیں سلطنتیں تھیں ریاستیں تھیں شہنشاہ تھے فوجیں تھیں عدالتیں اور ادارے انسٹی ٹیوشن تھے درس گاہیں تھیں نظام حیات تھا ہر ملک کا اپنا نظام تھا اسلام نے پوری دنیا کے نظام ہائے حیات کو رد کر کے اپنا نظام پیش کیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح حدیبیہ کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ وقفہ مشرکین مکہ کی طرف سے ملا مشرکین عرب کے ساتھ کچھ عرصے کے لئے جنگ بندی ہوئی تو کتنا لشکر تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ساڑھے چودہ سو کے قریب لوگ تھے حدیبیہ میں یہی لشکر اسلام تھا چودہ ساڑھے چودہ سو فائٹنگ فورس Fighting Force تھی اب مشرکین عرب کے ساتھ ایک سمجھوتہ ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عجم کو خط لکھے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ان شہنشاہوں کو دعوت دینے کا مقصد کیا تھا مقصد یہ تھا اور خطوط میں یہ بات موجود تھی۔ اسلِمْ تسلَمْ۔ اگر اسلام لے آؤ تو سلامتی ہے لیکن کوئی جو اسلام قبول نہ کرے اسے اختیار دیا ہے اللہ نے وَ هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِراً وَّ إِمَّا كَفُوراً۔ دونوں راستے واضح ہیں کوئی شکر کرنا چاہے یا کفر کرنا چاہے لیکن دنیا میں نظام حیات کو اپنی پسند کے مطابق نافذ نہیں کر سکتا جو اسلام قبول نہیں بھی کرتا اسے اپنے ملک میں عدل اس طرح سے کرنا ہوگا جس طرح اللہ چاہتا ہے یہ کیسی انوکھی بات تھی۔

> **جو اسلامی نظام حیات کو ناقابل عمل سمجھے وہ اسلامی عبادات کو باعث ثواب کیوں سمجھتا ھے**

قیصر کے دروازے پہ جب مسلمانوں کے لشکر پہنچے تو وہ کہنے لگا ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں اس نے لشکر اسلامی کے وہ جو قاصد گئے تھے ان سے بات کرتے ہوئے کہا مجھے پتہ ہے کہ تم عرب بہت بھوکے اور مفلس لوگ ہو اونٹوں کا دودھ پینا اور جنگلی جانوروں پہ تمہاری زندگی کا مدار ہے کوئی فصل نہیں ہوتا عرب میں کوئی شے نہیں ہوتی تو تمہیں جس قدر دولت چاہئے بتاؤ میں تمہیں جو مانگو گے اس سے زیادہ دے دوں گا اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہاری افرادی طاقت کچھ بڑھ گئی ہے۔ خاندان کچھ زیادہ ہو گئے ہیں تمہیں زیادہ زمین کی ضرورت ہے بتاؤ کتنا علاقہ تمہیں چاہئے میں تمہیں وہ علاقہ بھی دے دیتا ہوں۔ تم اپنا کام کرو کیوں ہمیں لڑائی میں ملوث کرتے ہو کیوں عرب کے صحرا سے اٹھ کر تلواریں سونت کر یہاں آ بیٹھے ہو انہوں نے فرمایا کہ بادشاہ تم نے ہماری بات نہیں سمجھی ہم واقعی بھوکے مفلس قلاش لوگ تھے۔ بے دین اور بتوں کے پجاری، اللہ نے ہم میں اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا اس نے ہمیں اللہ کے نام سے آشنا کیا۔ ایک تو ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم روئے زمین کے ہر فرد و بشر کو اللہ کے نام سے آشنا کریں اس تک یہ بات پہنچا دیں ماننا یا نہ ماننا یہ اس کا اختیار ہے ایک تو یہ ذمہ داری ہے ایک تو اس لئے ہم آئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مانتا ہے تو پھر تو وہ خود اس نظام میں آ گیا جو نہیں مانتا وہ کافر ہے لیکن انداز سلطنت وہ ہوں گے جو اللہ نے بتائے ہیں عدل وہ ہوگا جو اللہ نے بتایا ہے اور وہ ظلم نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا تم پاگل ہو گئے ہو ایسی بات کرتے ہو، ملک ہمارا لوگ ہمارے حکومت ہماری سلطنت ہماری ریاست ہماری اور قانون تمہارے ہوں گے؟ انہوں نے کہا جی نہیں ملک اللہ کا لوگ اللہ کے زمین رب العالمین کی تمہارے پاس ایک ہی اختیار اس نے دیا ہے کہ تم ماننا چاہو تو اسے مانو

نہیں ماننا چاہتے تو نہ مانو لیکن اس کی مخلوق پر تم ظلم نہیں کر سکتے اور ہم زمین پر کسی کافر پر بھی کسی کافر کو ظلم کرنے نہیں دیں گے۔ جتنے جہاد ہوئے وہ اس بات پر ہوئے کوئی جہاد اس لئے نہیں ہوا کہیں لشکر کشی اس لئے نہیں ہوئی کہ تم کلمہ پڑھ لو۔ کلمہ تو بنوک شمشیر پڑھانا جائز ہی نہیں۔

یعنی اسلام یہ تصور دیتا ہے کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اگر کافر اسلام قبول نہیں کرتا نہ کرے لیکن ملکی نظام اس کا وہ ہوگا جو اسلام نے دیا ہے اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو پھر اس کے ساتھ بزور شمشیر مقابلہ کیا جائے گا اسے مسخر کیا جائے گا اسے فتح کیا جائے گا اور وہاں وہ نظام لاگو کیا جائے گا جو اللہ نے دیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو اللہ کے طالب ہیں۔

جنت کی تعریف میں کچھ آیات اتریں ان کا تذکرہ ہو رہا تھا ایک صحابی جو نان جویں کا محتاج تھا اور غریب تھا اپنے پھٹے لباس کے ساتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا تھا وہ بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جنت نہیں چاہئے ہمیں جنت کی ضرورت نہیں ہے یہاں بڑے مزے میں ہیں کچے گھروں میں۔ ساڑھے تین سال تک مدینہ منورہ میں کسی صحابی نے رات کو بھی زرہ نہیں کھولی رات کو بھی زرہ سمیت سوتے تھے کہ کوئی اعتبار نہیں کب مشرکین حملہ کردیں کھانے کو نہیں ملتا تھا اس کے باوجود وہ کہتا ہے ہم یہاں مزے میں ہیں یہ حال ٹھیک ہے ہمیں جنت نہیں چاہئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جنت تو اللہ نے مانگنے کا حکم دیا ہے میں جنت کے لئے دعا کرنے کی بات کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو جنت نہیں چاہئے، وجہ؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت میں ہم بھی جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے بھی نبی ہیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پتہ نہیں کہیں اعلیٰ و ارفع ہوگا ہم جنت کے کسی دور دراز نیچے درجے میں ہوں گے اس جنت کو ہم کیا کریں گے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضوری نصیب نہ ہو۔

ہمارا حال یہ ہے کہ دنیا میں چھپن اسلامی ریاستیں ہیں اور کسی ریاست کا نظام اسلامی نہیں ہے اسلامی ریاستوں پر کافروں کا نظام نافذ ہے

یہاں دنیا کے لاکھ خطرات سہی لاکھ تکلیفیں سہی کچے گھروندوں سے ہم اٹھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ روشن کا نظارہ کرتے ہیں دل باغ باغ ہوجاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اس جنت کو ہم کیا کریں گے جس میں آپ صلی اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھنا نصیب نہ ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہو، ہمیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہئیں، ہم جنت کو کیا کریں گے جو ہمارے اور آپ صلی اللہ علیہ کے درمیان آجائے۔ اب کہنے والے کے جذبے کی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے اور اس کا جواب اللہ نے دیا فوراً آیات اتریں۔ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا فرمایا میں اہل جنت کو انبیاء، شہداء، صلحاء کی بارگاہ میں حاضری سے نہیں روکوں گا۔ میری جنت کو نہ ٹھکراؤ۔ جنت قبول کرلو میں وہاں بھی تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جانے سے نہیں روکوں گا۔ یہاں بھی تو تم اپنے گھر میں رہتے ہو وہاں بھی اپنی جنت میں رہنا جب تمہارا جی چاہے تم چلے جانا مزے کی مجلسیں ہونگی۔ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ وہاں بھی بڑے مزے کی رفاقت ہوگی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہئے تھے ہمارے دلوں سے اللہ کی محبت چلی گئی ہمارے دلوں سے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گیا اور ہم جنت کی طلب میں مبتلا ہوگئے۔ اب کسی کو تبلیغ کرکے تسلی ہوگئی کہ جنت مجھے مل گئی دوسرے نے چلہ لگالیا تو جنت مل گئی تیسرے نے اعتکاف کرلیا جنت مل گئی۔ چوتھا عمرے پر چلا گیا وہ مسجد نبوی میں اعتکاف کرے گا جنت مل گئی باقی دنیا میں جو ظلم ہوتا ہے ہوتا رہے ہماری تو جنت ہوگئی ہم لوگ فارغ ہوگئے جی۔

لیکن یاد رکھو! اللہ کے ہاں سب سے بڑی عبادت ظلم کا مقابلہ ہے اگر اس کی مخلوق پر ظلم ہوتا رہے اگر کفر پھلتا اور پھولتا رہے اگر نظام کافر کا ہو اور ہم یہ سوچنا بھی گوارا نہ کریں کہ اے کاش ہمیں توفیق ہوتی ہم اس ظلم کا مقابلہ کرتے ہمیں توفیق ہوتی ہم اللہ کے نظام کا نفاذ کرتے اب دیکھو۔ اسرائیل یہودیوں کی ریاست ہے وہ یہودی رہیں لیکن وہ دوسرے پر ظلم نہ کریں بلکہ اس طرح انصاف کریں جس طرح اسلام چاہتا ہے۔ امریکہ کافروں کا ملک ہے وہ کافر رہیں یورپ کافر ممالک ہیں وہ کافر

رہیں لیکن نظام حیات اور حقوق و فرائض اور عدل ویسا کریں جیسا اسلام چاہتا ہے اگر نہیں کرتے تو ظلم کے مقابلے میں ان کے خلاف ہم پر جہاد فرض ہے ۔ بحیثیت مسلمان ہمارے فرائض یہ ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ دنیا میں چھپن اسلامی ریاستیں ہیں اور کسی ریاست کا نظام اسلامی نہیں ہے اسلامی ریاستوں پر کافروں کا نظام نافذ ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

یعنی معاملہ ہی بالکل الٹ ہے کافر ریاستوں پہ نظام اسلام کا نافذ ہونا چاہئے عدل اسلامی ہونا چاہئے ہر بندے کی جان و مال آبرو کو تحفظ ہو کوئی کسی پر دھونس دھاندلی نہ کر سکے۔ ہر ایک کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہو اور اس کے ذمہ دار مسلمان ہیں خیر امت ہیں اور یہاں خیر امت کا یہ حال ہے کہ چھپن کے قریب اسلامی ریاستیں ہیں اور کسی ایک ریاست کا نظام اسلامی نہیں ہے۔

اب اگر طالبان نے شروع کیا ہے تو مسلمان ان پر تنقید کرتے ہیں اور یہ آپ کی ریاست حکومت پاکستان خود اس بات کے حق میں ہے کہ وہاں جی مخلوط حکومت قائم کی جائے اور اسلامی نظام نہیں ہونا چاہئے ۔ یہاں اسلامی نظام نہیں ہے یہاں کا معاشی نظام سودی ہے اور یہاں کا تعلیمی نظام غیر اسلامی ہے عدالتی نظام کافرانہ ہے اور سیاسی نظام کافرانہ ہے۔ میرے بھائی میں تو بتا ہی سکتا ہوں اور میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ رمضان المبارک میں اللہ کے گھر منبر پر بیٹھ کر قرآن کریم سامنے رکھے ہوئے اگر میں آپ سے سچ نہ کہوں تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا۔ میرا مشورہ یہ ہے جہاں تک میری آواز پہنچے ہر مسلمان کم از کم یہ نیت ضرور کر لے کہ اللہ مجھے توفیق دے میں باطل نظام کا مقابلہ کروں اور حق نافذ کروں گا۔ یار اگر کچھ بھی نہ کرو تو ارادہ تو کر لو۔ کم از کم نیت تو یہ ہونی چاہئے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد ہے زندگی بھر جسے یہ خیال نہیں آیا کہ اللہ مجھے جہاد کی توفیق دے اور میں بھی شہید ہو جاؤں اور کبھی اس کے دماغ میں ایسی بات ہی نہیں آئی اور مر گیا فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃَ الجَاھِلِیَّۃِ۔ وہ ایسی موت مرا جو میری بعثت سے پہلے لوگ مرا کرتے تھے جہاد کی فضیلت اپنی جگہ کشمیر میں مجاہدین لڑ رہے ہیں اور افغانستان میں پاکستانی مجاہدین لڑ رہے ہیں الجزائر تک جا رہے ہیں بہت اچھی بات ہے لیکن یاد رکھو پاکستان کو چھوڑ کر باہر جا کر جہاد کرنے والوں کا حال ایسا ہے جیسے ان کا اپنا گھر جل رہا ہو اور وہ دوسرے شہروں میں آگ بجھانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہوں۔ اس زمین کا حق ہم پر کشمیر اور کابل سے پہلے ہے اس ملک کا اور اس ملک کے مظلوموں کا حق کشمیر اور افغانستان اور الجزائر سے بھی پاکستانی مسلمانوں پر پہلا حق پاکستان کا ہے کہ یہاں نظام اسلامی نافذ ہو جائے۔

اور دوسری بات یہ بھی یاد رکھیں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جو تنظیمیں جہاد کر رہی ہیں کیا یہ کشمیر آزاد کرا لیں گی ممکن نہیں ہے اور اگر کرا لیں گی تو اسی حکومت میں شامل کریں گی نواز شریف یا بے نظیر کے سپرد کریں گی تو یہ آزادی ہوگی یا اسی کافرانہ نظام کے تحت آئے گا وہ جب تک وطن عزیز میں اسلام عملاً نافذ نہیں ہوتا ہماری کوئی جہادی کوشش کہیں بھی کامیاب نہیں ہوتی اگر یہاں نفاذ اسلام ہو چکا ہوتا۔ افغانستان میں یہ دوسری جنگ جواب جاری ہے یہ نہ ہوتی روس کے جانے کے بعد وہ بھی اسلامی ریاست بن چکی ہوتی۔

لہذا پوری ذمہ داری کے ساتھ رمضان المبارک کے اس جمعے میں جو دوسرے عشرے کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ پہلا عشرہ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَ اَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ پہلا عشرہ رحمت کا ہے اور دوسرا بخشش کا یہ وہ دہائی ہے رمضان کی جس میں ہر گنہگار کی بخشش ہوتی ہے لیکن یاد رکھو اسلام اگر نافذ نہ ہو یا ہم اس کے لئے سوچیں بھی نہیں تو یہ وہ گناہ ہے جو ہمارے اور ہماری بخشش کے درمیان رکاوٹ رہے گا۔ میری ذاتی سمجھ کے مطابق بخشش ممکن نہیں ہے یہ بہت بڑا کفران نعمت ہے ذمہ داری سے انکار ہے بخشش کے لئے اطاعت چاہئے۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ۔ سو میرے بھائی یہ تعین اور یہ اقرار کر لو یہ نیت کر لو کہ اس ملک میں جو چودہ کروڑ مسلمانوں کا ہے اس میں سے کافرانہ نظام کو ہٹا کر اللہ کی حکومت اللہ کے دین کی حکومت قرآن و سنت کی حکومت قائم کی جائے اور اس کے لئے ارادہ کر لو کہ بخشش کا سبب تو بن سکے۔

تیسرا عشرہ آ رہا ہے جس کے بارے ارشاد ہے حدیث شریف میں کہ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ آخری دہائی جو ہے اس میں دوزخ سے رہائی جو ہے اس میں دوزخ سے رہائی کی سندیں دی جاتی ہیں سرٹیفکیٹ دیئے جاتے ہیں اللہ کی طرف سے لیکن کفر کے ساتھ سمجھوتہ کرنا ایسا جرم ہے کہ وہ نہ پہلے کی بخشش کو پا سکتا ہے نہ درمیان کی اور نہ آخر کی۔ اپنے آپ کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ساتھ دھوکہ مت کرو یہ سارے انعامات اور یہ ساری نعمتیں اور یہ ساری بشارتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جن کی زندگی رضائے الٰہی کے لئے ہے جو عظمت الٰہی کے لئے کام کریں جو عظمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کام کریں۔

ہم عجیب لوگ ہیں ہم یہودیوں کو کوستے رہتے ہیں کہ یہودیوں نے یہ کردیا یہودیوں نے وہ کردیا حالانکہ یہودیوں کی تعداد چند لاکھ ہے یاد رہے اگر پاکستان پر خدانخواستہ اسلام نافذ نہیں ہوتا تو یہ یاد رکھو کہ دنیا کی کسی زمین پر بھی اسلام کا نفاذ نہیں ہوتا، افغانستان کی اسلامی ریاست بھی مکمل نہیں ہوسکے گی اگر پاکستان میں اسلام نافذ نہیں ہوتا، یہ ممکن نہیں ہے اور اگر دنیا پہ اسلامی انقلاب نہیں آتا تو کیا ہوگا۔ یہودیوں کا پلان یہ ہے کہ اسرائیل سے لیکر، کچھ حصہ مصر کا کاٹتے ہوئے افریقہ کا کچھ حصہ کاٹتے ہوئے پورے جزیرہ نمائے عرب کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے بصرہ سے ہوتے ہوئے اس عراق کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے اردن کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے اس سارے مڈل ایسٹ کو اپنے درمیان لیتے ہوئے واپس آکر اسرائیل مل جائے نقشہ بڑی دیر سے انہوں نے شائع کیا تھا جس کا باڈر ایک چتکبری سانپ سے ظاہر کیا گیا تھا جو کسی نے آپ میں سے دیکھا ہو جہاں جہاں سے انہوں نے اسرائیل کا باڈر مارک کیا تھا اگر آج آپ نقشہ دیکھیں تو بتیس کے قریب بحری بری اور ہوائی اڈے امریکی افواج کے اس باڈر پہ موجود ہیں۔ جو اسرائیل سے لیکر واپس اسرائیل کو پہنچ جاتے ہیں پورے عرب کو حجاز مقدس کو اور مشرق وسطی کو گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔ امریکی بحری بیڑے امریکہ کے ہوائی جہاز اور امریکہ کی بری افواج بالکل اس لائن پہ بتیس اڈے ہیں اسرائیل سے لیکر پورے عرب اور پورے مشرق وسطی کو گھیرے میں لیکر واپس اسرائیل پہنچتے ہیں۔ بیت المقدس کتنے عرصے سے یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اب اسے مسلمان بھول چکے ہیں مسلمان عادی ہوچکے ہیں کہ وہ یہودیوں کا قبضہ ہے اور اسے یہودیوں کے پاس ہی رہنے دیں۔ اب اس بات پہ سمجھوتہ ہوگیا ہے اور کسی کو اس بات کا دکھ نہیں ہوتا۔ اب ان کا ایک ہی کام ہے کہ اس زمین کو حرمین شریفین کو بھی یہودی ریاست میں شامل کرنے کا اعلان کردیا جائے۔ اس بات میں اسلامی نظام اور وہ لوگ رکاوٹ ہیں جو نفاذ اسلام چاہتے ہیں۔ نفاذ اسلام کا توڑ کرنے کے لئے وہ ان تنظیموں کی امداد کرتے ہیں جو پاکستان میں جہاد کی مخالفت کریں پاکستان سے باہر جہاد کریں جو پاکستان میں جہاد سے روکیں اور لوگوں کو عبادات پہ لگائیں یہ وہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ نمازیں پڑھتے رہیں روزے رکھتے رہیں۔ تبلیغ کرتے رہیں وعظ کرتے رہیں لیکن نفاذ اسلام کی بات نہ کریں ایسی تنظیموں کو وہاں سے بھی کروڑوں ڈالر ملتے ہیں۔ ایسے افراد کو کروڑوں ڈالر ملتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اس قوم کو جو لوگ عبادات سے دین سے دور ہیں وہ تو پہلے دور ہیں۔ ان کو شراب اور شباب میں الجھایا جائے جو لوگ دین سے دور نہیں ہیں ان کو نماز روزے اور تبلیغ میں لگایا دیا جائے اور نفاذ اسلام کی سوچ کے لئے کسی مسلمان کا ذہن فارغ نہ رہنے دیا جائے۔

میرے بھائی یاد رکھو اللہ اس بات کا گواہ ہے میں یوم حشر کو سامنے رکھ کر یہ گزارش کررہا ہوں کہ آج کی سب سے پہلی عبادت نفاذ اسلام کی کاوش ہے۔ نمازیں اس کی روزے اس کے ان لوگوں کے صدقات ان لوگوں کے جنہوں نے یہ طے کرلیا ہو کہ ملک میں اسلام نافذ کریں گے یہ میری رائے ہے اور میں پوری دیانت داری سے اللہ کو حاضر ، ناظر جان کر جو حق سمجھتا ہوں وہ کہہ رہا ہوں جسے اختلاف ہو اسے اختلاف کا بھی حق ہے کل اللہ کے حضور وہ بھی ہوگا ہم بھی ہوں گے۔ حشر کا میدان ہوگا فیصلہ ہوجائے گا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے انشاء اللہ العزیز میری زندگی صرف اور صرف نفاذ اسلام کے لئے ہے۔ زندگی کی ہر نعمت اس پر قربان کی جاسکتی ہے اور انشاء اللہ کریں گے آپ کے لئے بھی میرا مشورہ یہ ہے کہ کم از کم اس کی نیت کرلو ورنہ شاید عبادات بھی کوئی نتیجہ پیدا نہ کرسکیں۔ اللہ ہم سب کو شعور بھی دے یہودی ریاست بڑھانے کی فکر کررہے ہیں ہم انشاء اللہ العزیز کفر کو ظلم کو مٹانے کی فکر کررہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس ملک پر اس زمین پر اسلام نافذ ہوگا پورا برصغیر اسلامی ریاست بنے گا اور پورے روئے زمین پر اسلام کو فروغ ہوگا اور دنیا کے کونے کونے سے ظلم کا خاتمہ ہوگا۔ خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جو اس جہاد میں شریک ہوکر اس عظیم کام میں شامل ہوکر مجاہد ہونے کا شہید ہونے کا غازی ہونے کا امتیاز حاصل کریں گے۔ اللہ ہم خطا کاروں کو ان لوگوں میں شامل فرمائے۔ آمین

وآخر دعونا عن الحمدللہ رب العالمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

صاحب دانش

خطاب۔امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 23-9-2000

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنھار لایات الاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعود اوعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النارo

اللہ جل شانہ اس آیہ کریمہ میں اپنے اور انسان کے تعلق اور رشتے کی نوعیت اسے جاننے اور سمجھنے کا راستہ اور اس کی اہمیت کے بارے ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحب دانش لوگوں کے لئے ارض وسما کی تخلیق میں شب وروز کی آمدوشد میں ہر لمحے میں ہر گھڑی میں موت اور پیدائش میں لاتعداد نشانیاں ہیں۔دن اپنے پورے جوبن پہ آ کے ڈھل جاتا ہے تو رات آجاتی ہے اور رات آتی ہے تو ایسے پتہ چلتا ہے جیسے کہیں روشنی کا نشان نہ ہو لیکن ایک مقررہ وقت کے بعد سورج طلوع ہو جاتا ہے اور رات ختم ہو جاتی ہے۔یہ ایک دن کی بات نہیں ایک حادثہ یا ایک اتفاق نہیں بلکہ انسان صدیوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔اس نے ایک ایک لمحہ شمار کر کے رکھا ہوا ہے کہ کتنی دیر بعد کس دن کو سورج طلوع ہوگا اور کتنی دیر بعد رات کی آمد ہوگی یعنی ایسا تسلسل ہے اس میں کہ گزرے دنوں سے انسانوں نے اندازہ لگا لیا ہے۔فرمایا اگر بندے میں شعور ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کسی عظیم قدرت کے مالک کسی بے مثال خالق کا کام ہے۔ جو اس سارے نظام کو بغیر کسی خلل بغیر کسی خرابی کے رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ایک ایک قطرہ آب کو اس کی مقررہ جگہ پہنچاتا ہے ایک ایک گھاس کا تنکا اپنے وقت پہ اگاتا ہے زمین کے ذرے ذرے میں اتنی امانتیں دفن ہیں کہ وہ خزانہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ گھاس جل جاتی ہے۔درخت جل جاتے ہیں آگ لگ جاتی ہے ویرانوں میں جنگلوں میں ہر چیز کو راکھ کر دیتی ہے اس راکھ میں سے پھر وہی چیزیں نمودار ہو جاتی ہیں درخت بھی اگ آتے ہیں گھاس بھی پیدا ہو جاتی ہے۔فرمایا!یہ شب و روز کا تسلسل تخلیق کا مسلسل عمل ایک بہت بڑی دلیل ہے اس ذات کی موجودگی کی اور اس کے قوانین کی جامعیت کی جس کے مطابق یہ نظام زندگی بغیر کسی کمی وبیشی کے مسلسل چل رہا ہے۔

اگر سورج کی تمازت یا گرمی تھوڑی تھوڑی بھی بڑھنا شروع ہو جاتی تو آج تک ہر چیز جل کر خاکستر ہو چکی ہوتی۔ اگر تھوڑی تھوڑی کم ہونا شروع ہو جاتی تو آج تک ہر چیز سردی سے ٹھٹھر کر مر گئی ہوتی۔ایک توازن ہے جو حیات آفریں بھی ہے اور حیات بخش بھی۔ایک کنٹرول ہے اس پر۔ کسی کا قبضہ ہے کسی کی قدرت کاملہ ہے جو ہر ضرورت کو جانتا ہے اور ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت کی تکمیل کے ذرائع اور اسباب پیدا فرماتا ہے۔لیکن فرمایا عقل ودانش کی دلیل یہ ہے اگر کسی میں عقل ہوگی تو وہ کم از کم زندگی کے کسی سانس میں اللہ کو نہیں بھولے گا۔**الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا و علی جنوبھم** ایسے لوگ جو ہر حال میں کھڑے ہوں بیٹھے ہوں لیٹے ہوں ان کا کوئی حال اللہ کی یاد سے خالی نہیں ہوتا اور یہ کثرت ذکر انہیں ایک خاص فکر عطا کرتی ہے **یتفکرون فی خلق السموت والارض** اور وہ ارض وسما کی تخلیق میں فکر کرتے ہیں سوچتے ہیں اس کے اثرات اس کے نتائج اس کے ثمرات اور پھر اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں **ربنا ماخلقت ھذا باطلا** اے ہمارے پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول میں نہیں بنایا اتنی بڑی صنعت اتنی بڑی کارگہہ حیات کسی نہ کسی دن یہ کسی نتیجے پہ پہنچے گی۔

انسان ایک عاجز مخلوق ہے بے مقصد چیز وہ نہیں بناتا اور اللہ جو حکیم مطلق ہے اس نے اتنی بڑی کارگہہ حیات بنا دی اور اس کا کوئی انجام کوئی مقصد نہ ہو۔یہ نہیں ہو سکتا اس کا بھی کوئی نتیجہ ہوگا۔اس کا بھی کوئی انجام ہوگا کوئی دن ایسا ہے جس میں اس کا بھی محاسبہ ہوگا اور پھر وہ پکار اٹھتا

ہے **سبحنک** اے اللہ تو تمام کمزوریوں سے پاک ہے تیرا کوئی ثانی نہیں، کوئی شریک نہیں، تجھ جیسا کوئی بھی نہیں۔ **سبحنک** تیری ذات پاک ہے تمام کمزوریوں سے **فقنا عذاب النار** اللہ ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھنا نتیجے کے دن ہمیں ناکام ہونے سے بچانا ہمیں اپنی دوری اور اپنے غضب سے اپنی پناہ میں رکھ اور ایسی توفیق عطا کر کہ تیری رضامندی کو پالیں یہ ایک شعوری اور فکری حالت ہے اللہ سے تعلق کی۔ اللہ سے محبت کوئی روزمرہ کا یا عادت کا کام نہیں ہے، روٹین ورک نہیں ہے۔ بعض امور ہوتے ہیں جنہیں کہتے ہیں امور عادیہ۔ ایک عادت ہے آدمی کی صبح ہوتی ہے جاگ اٹھتا ہے کوئی چائے پیتا ہے کوئی ناشتہ کرتا ہے، کوئی حقہ پیتا ہے دوپہر ہوتی ہے کھانا کھاتا ہے شام ہوتی ہے کھانا کھاتا ہے۔ رات ہوتی ہے سو جاتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں کوئی تحقیق و تفتیش نہیں کرنا پڑتی۔ یہ امور عادیہ ہیں۔ لیکن عبادات یہ امور عادیہ میں سے نہیں ہیں۔ یہ ہمارے فکری فیصلے کی محتاج ہیں۔ ہم نے کیا سوچا کیا ہم نے اندازہ کرنے کی کوشش کی کہ کوئی خالق ہے یا ہونا چاہئے یا ضرور ہے اور اگر ہے تو اس عظیم ہستی کے ساتھ میرا رشتہ کیا ہو، ہے تو وہ کون ہے کیسا ہے وہ کس بات پہ راضی ہے کون سی بات اسے پسند نہیں ہے۔ ان سارے سوالوں کا جواب جو دیا رب العزت نے وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ ان سب سوالوں کا جواب ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ جو فرمائے گا کہ اللہ کیسا ہے، اللہ کہاں ہے، اللہ کس بات پہ راضی ہے، اللہ کس بات پہ ناراض ہو جائے گا، کون سا عمل قرب الٰہی کا سبب بنے گا اور کون سا کام ہمیں اللہ کریم سے دور کرے گا لہٰذا المخلوق محتاج ہوتی ہے نور نبوت کی، جس طرح آنکھ دیکھنے کے لئے اپنے نور کی محتاج ہوتی ہے۔ اس کے سارے آئینے سلامت ہوں، اس کی ساری رگیں سلامت ہوں، وہ ہر طرح سے مکمل ہو لیکن اس کی آنکھ کے بال میں نور نہ رہے اس کے دیدے میں وہ نور نہ رہے جو اس کی ضرورت ہے اس میں کوئی تصویر نہ بن سکتی ہے نہ وہ تصویر دماغ کو جا سکتی ہے دیکھنے کا عمل یہ ہوتا ہے کہ آنکھ دیکھتی ہے جو کچھ اس کے سامنے اس کی ایک تصویر بنتی ہے وہ اس تصویر کو دماغ میں بھیج دیتی ہے، جس پہ کوئی دیر نہیں لگتی۔ آپ ادھر آنکھ اٹھاتے ہیں۔ ادھر آنکھ اٹھاتے ہیں وہ سارا عمل فوراً ہو جاتا ہے جو آنکھ کے سامنے تصویر آتی ہے وہ پرنٹ ہو کر آپ کے دماغ میں آ جاتی ہے۔ آپ سمجھنے لگتے ہیں یہ سفید ہے یہ سیاہ ہے۔ یہ پہاڑ ہے، یہ گھاس ہے، یہ درخت ہے، یہ جانور ہے، یہ انسان ہے یہ فلاں انسان ہے، یہ کتاب ہے اتنا ایکوریٹ سسٹم لیکن اگر اس میں دیدے کا نور نکال دیں تو اس کی روشنی ختم ہو جاتی ہے پھر وہ کام نہیں کرتی۔ سارا سسٹم وہاں موجود ہے لیکن وہ کام نہیں کرتا انسان اپنے وجود میں موجود ہوتا ہے کھانا کھا سکتا ہے۔ پانی پی سکتا ہے۔ زندہ رہ سکتا ہے دنیا کے سارے کام کر سکتا ہے لیکن ذات باری کو جاننے کے لئے، اس کی پسند و ناپسند کو جاننے کے لئے اس کی ذات اس کی صفات کو دیکھنے اور آگاہ ہونے کے لئے اسے نور نبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح دیدے کا نور آنکھ کو بینا کر دیتا ہے اس طرح جب نور نبوت دل میں موجزن ہوتا ہے تو وہ دید کے وہ گوشے کھول دیتا ہے جہاں سے عظمت الٰہی نظر آتی ہے۔ جہاں سے اس کی رحمت کا بحر ذخار نظر آتا ہے جہاں پہنچ کر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ ہستی ہے ایسی کہ مجھے اس کے سامنے پیشانی زمین پہ رکھ دینی چاہئے جن لوگوں نے انبیاء کے علاوہ کسی اور ذات کے وسیلے سے دیکھا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے انسانوں کو جانوروں کے سامنے سجدہ ریز کر دیا، انسانوں کو جادوگروں کا پجاری بنا دیا، انسانوں کو پتھروں اور درختوں کے سامنے جبیں رکھنے کی راہ پر لگا دیا۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں کا دامن تھاما جو خود نور نبوت سے بیگانہ تھے، انہی جیسے اندھے تھے اور اندھا اندھے کی راہنمائی کیا کرے گا۔ ایک جملہ ہے انگریزی کا Blind leads the blind اندھا اندھے کا راہنما بنا ہوا ہے۔ جب دونوں اپنے حال میں برابر ہیں، بھلے برے کی تمیز نہیں ہے، راستے کی اونچ نیچ دونوں نہیں دیکھ سکتے تو کون کہیں کس کی راہنمائی کرے گا لہٰذا اس سارے فلسفے کا حل ہے ایک جواب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انوار نبوت کو حاصل کیا جائے۔ کیسے حاصل کیا جائے؟ اس کے لئے نبی کی ذات کا جاننا بہت ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طائف میں دعوت کے لئے تشریف لے گئے اہل طائف نے توہین آمیز سلوک کیا بچے پیچھے لگا دیئے جو آپ پر پتھر پھینکتے تھے وجود اقدس زخمی ہوا خون جاری ہوا

وجود اطہر سے اور جب ایک باغ میں پہنچے نعلین مبارک میں بدن عالی سے بہہ بہہ کر خون جم گیا تھا اور جوتا اتارنا مشکل ہو رہا تھا تو سیرت میں موجود ہے کہ غیرت الٰہی جوش میں آئی اللہ کریم نے اس فرشتے کو حکم دیا جو پہاڑوں پہ مقرر ہے جسے ملک الجبال پہاڑوں کا فرشتہ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جاؤ اور میرے حبیب کو میرا اسلام کہو اور یہ پوچھ لو کہ جو پتھر ان کے قابو میں تھے جو یہ اٹھا سکے وہ پتھر انہوں نے آپ پر پھینکے' آپ اگر چاہیں تو یہ طائف کے گرد جو بڑے بڑے پہاڑ ہیں یہ سارے اٹھا کر اس بستی پر پھینک دیئے جائیں اور انہیں اندازہ ہو جائے کہ کس طرح پتھر پھینکے جاتے ہیں اور کس پر پتھر پھینکتے ہیں' بڑی عجیب بات ہے اگر اس پر آدمی تھوڑا سا غور کرے تو فلاسفی سمجھ میں آ جاتی ہے حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند کئے ان کی مغفرت کے لئے بخشش کے لئے گستاخی کی معافی کے لئے دعا کی اور ایک خوبصورت عذر پیش فرمایا عذر یہ تھا کہ اے اللہ انہوں نے بے شک مجھے پتھر مارے' میری توہین کی' مجھے ایذا دی' میرے ساتھ زیادتی کی لیکن حق بات یہ ہے **فانهم لا يعلمون** یہ میری ذات سے میرے نور نبوت سے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے واقف نہیں ہیں انہوں نے تیرے رسول کو نہیں مارا' انہوں نے اپنے ایک پڑوسی کو' مکے کے ایک سردار کو' قریش کے ایک فرزند کو' محمد بن عبداللہ کو اپنے جیسا ایک انسان سمجھتے ہوئے مارا ہے یہ مجھے پہچان نہیں سکے۔ **فانهم لايعلمون** یہ جانتے نہیں ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس لئے انہیں معاف فرمایا جائے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ جب تک نبی علیہ السلام کی عظمت کو پہچانا نہ جائے جب تک نبی کو بحیثیت نبی' جب تک اللہ کے رسول کو بحیثیت رسول نہ پہچانا جائے عظمت رسالت جب تک ذہن میں نہ آئے تب تک آدمی بارگاہ نبوت سے برکات حاصل کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔

ایک عادت ہو جاتی حتیٰ کہ امور عادیہ کی طرح کہ گھر میں والدین نماز پڑھتے ہیں یا جس جگہ آپ کام کرتے ہیں وہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں یا ویسے مزاج میں آ گیا نماز پڑھنی چاہیے تو

پاکستان کے جرنیل تو ہر بار پاکستان ہی کو فتح کرتے ہیں

ہم بھاگ دوڑ کر دو چار بار اٹھ بیٹھ کر اپنا فریضہ ادا کر کے فارغ ہو جاتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھ لی لیکن رب کریم نے جو شرط رکھی ہے وہ بڑی عجیب ہے فرمایا یہ جو نماز ہے یا عبادت ہے یہ دواء ہے اور اس کے اثرات ہوتے ہیں' آدمی کی صحت درست ہوتی ہے **ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر** نماز بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے ایک بچہ مٹی کھاتا ہے ڈاکٹر اسے کوئی ٹیکہ لگاتا ہے گولی دیتا ہے بچہ مٹی کھانا چھوڑ دیتا ہے ایک بندے کو بخار آتا ہے ڈاکٹر حکیم یا طبیب اسے کوئی دوائی دیتا ہے اسے بخار آنا بند ہو جاتا ہے۔ یہ جسمانی بیماریاں ہیں۔ مادی بیماریاں ہیں ان کے لئے مادی دوا ہوتی ہے۔ عقائد میں کمزوری ہو پتہ نہیں خدا ہے کہ نہیں؟ خیال آتا ہے آخرت ہے کہ نہیں سنتے تو ہیں جسے دیہات میں کہہ دیا جاتا ہے کہ سنی بات ہے آج تک دیکھی تو کسی نہ نہیں۔ آدمی سوچتا ہے کچھ ہوگا بھی یا نہیں۔ یہ روحانی بیماریاں ہیں حسد بغض دوسری برائی ہے یا پھر بے حیائی کے کام برسر مجلس کرتا ہے' ایک عالم کر رہا ہے' اب بے حیائی کو بے حیائی سمجھا ہی نہیں جاتا یہاں وطن عزیز میں سب سے بڑا بے حیائی کا ترجمان پاکستان ٹیلی ویژن ہے۔ جو کافر ملکوں کے اداروں سے بھی زیادہ بے حیائی نشر کرتا ہے اور لوگوں کو دکھاتا ہے۔ فرمایا اس کا علاج یہ ہے کہ کوئی اللہ کی عبادت یا نماز شروع کر لے۔ **ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر** نماز بے حیائی سے بھی روک دیتی ہے۔ برائی سے بھی روک دیتی ہے اور اب یہ خصوصیت ہے عبادت کی کہ وہ آدمی کے کردار کی اصلاح کر دیتی ہے۔ آدمی بھلا ہو جاتا ہے نیکی سوچنے لگ جاتا ہے نیکی پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ برائی اور بے حیائی سے بغض آ جاتا ہے لیکن اگر بندہ نماز بھی پڑھتا رہے۔ جھوٹ بھی بولتا رہے۔ نماز بھی پڑھتا رہے برائی اور بے حیائی بھی کرتا رہے تو پھر اسے یہ سوچنا پڑے گا کہ یہ جو اٹھک بیٹھک میں کر رہا ہوں کیا نماز ہے بھی کہ نہیں۔ یقیناً کہیں کوئی کمی ہے۔ کوئی خامی ہے اور رہی سہی کسر ہمارے برائے نام جو مولوی بنے ہوئے لوگ ہیں انہوں نے نکال دی اور انہوں نے بندوں کو بتا دیا کہ جی یہ تو ادھاری مزدوری ہے یہ کرتے رہو آخرت

میں ثواب ملے گا۔ اللہ کریم بندوں سے ادھار نہیں فرماتے نقد دیتے ہیں اور جتنا سرمایہ دیا جائے اس سے کہیں زیادہ دیتے ہیں بے شمار زیادہ دیتے ہیں سوال یہ ہے کہ ہمیں پرکھنے کی صلاحیت بھی ہو' جاننے کی توفیق بھی ہو کہ یہ ایک سجدہ دیتا ہے ہزار سجدوں سے نجات' کائنات کے کتنے باطل خداؤں کی خدائی سے بے نیاز کر دیتا ہے رب العالمین کو ایک سجدہ لیکن وہ سجدہ جانتے ہوئے کیا جائے۔ فکری طور پر سمجھتے ہوئے کیا جائے عظمت الٰہی کو سامنے رکھ کر کیا جائے عظمت رسالت پیش نظر ہو اور سجدہ کیا جائے تو پھر مزہ آ جائے حضورؐ فرماتے ہیں جس کی ایک تسبیح قبول ہوئی ساری زندگی میں ایک لمحہ کسی کو ایسا حضوری کا نصیب ہوا رکوع میں' سجود میں' قیام میں کوئی ایک تسبیح الحمدللہ ایک تسبیح ہے' سبحان اللہ ایک تسبیح' اللہ اکبر ایک تسبیح ہے' سبحان ربی الاعلی ایک تسبیح ہے' سبحان ربی العظیم ایک تسبیح ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ ایک تسبیح ہے۔ اشھد ان محمد رسول اللہ ایک تسبیح ہے۔ فرمایا اس پوری زندگی میں کسی کی ایک تسبیح قبول ہو گئی اس کی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ کون سی ایک تسبیح ہے وہی جو فکری اور شعوری طور پر عظمت الٰہی کو جانتے ہوئے' عظمت رسالت کو مانتے ہوئے' حقیقت صلوۃ کو سمجھتے ہوئے شعوری اور فکری طور پر جب ہمارا دل کہہ اٹھتا ہے کہ واقعی اللہ سب تعریفوں کا مالک تو ہے واقعی تو بہت بڑا ہے یہ حق ہے کہ تو پاک ہے' تو عظیم ہے' ہم پون صدی' صدی ہماری عمر ہو جاتی ہے ہم مشکوک رہتے ہیں کہ نجات ہو گی یا نہیں اور یہ ان لوگوں کا عالم ہوتا ہے جو ساری عمر نمازیں ادا کرتے ہیں کیوں یقین نہیں آتا ہمیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبویؐ میں حاضر تھے اور قبر کے سوال جواب کی بات ہو رہی تھی کہ فرشتے یہ سوال پوچھیں گے تو آپ نے فرمایا یا رسول اللہ جب قبر میں فرشتے سوال کریں گے تو ہماری عقل سلامت ہو گی' ہوش سلامت ہو گی۔ فرمایا بے شک۔ تو آپ ہنسے اور فرمایا میں ان کا منہ پتھروں سے بھر دوں گا۔ وہ ہم سے پوچھیں گے کہ اللہ کون ہے' اللہ کا رسول کون ہے' ان کی کیا حیثیت ہے وہ کون ہوتے ہیں یہ پوچھنے والے کیا ہم اللہ اور اللہ کے حبیب سے بھی ناواقف ہو گئے وہ ہم سے پوچھیں' گے؟ ایک ولی اللہ کے بارے میں پڑھ رہا تھا اولیاء اللہ کے حالات میں کہ انہیں دفن کیا گیا جو قبر پر لوگ تھے ان میں کوئی صاحب کشف تھا تو وہ دیکھتا ہے کہ فرشتے اور منکرین نے آ کر سوال کیا **من ربك' ما دينك' من نبيك** 'تو انہوں نے اس طرح دیکھ کر فرمایا کہاں سے آئے ہو بالائے آسمان سے آئے ہیں اس نے کہا آسمانوں سے زیر زمین آنے تک تمہیں اللہ و رسول اور دین نہیں بھولا تو میں تو چھ فٹ زمین کے اندر آیا ہوں میں نے تو اتنا فاصلہ طے نہیں کیا کہ تمہیں مجھ سے یہ پوچھنا پڑ جائے کہ میں تھوڑی سی مٹی میں آ گیا ہوں تو مجھے بھول گیا ہو گا۔ اگر تمہیں اتنے فاصلے سے اللہ اور اس کا رسول نہیں بھولا تو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا میں بھول چکا ہوں حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ مجھے وہ دعا بتائیے جو آپ دل کی گہرائی سے کرتے ہیں جو آپ نے کسی کو نہیں بتائی فرمایا تم اسے پوچھ کر کیا کرو گے۔ میرا دل ہے میرا عالم ہے میرے لئے ہے' میری دعا میرے لئے ہے تمہارے لئے نہیں اس نے کہا نہیں مجھے شوق ہے آپ مجھے بتا دیں انہوں نے فرمایا میں روز دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھے جہنم کے سب سے نچلے خانے میں بھیج دے وہ ہکا بکا رہ گیا اس نے کہا عجیب بات ہے لوگ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں اللہ نے پناہ مانگنے کا حکم دیا اللہ کے رسول نے پناہ مانگنے کا حکم دیا آپ اس پایہ کے بزرگ رات دن آپ اللہ اللہ کرتے ہیں آپ اللہ سے جہنم مانگتے ہیں فرمایا! اسی لئے تو مانگتا ہوں تو کیا کریں گے آپ نے فرمایا اگر مجھے اللہ نے جہنم کے ساتویں درجے میں بھیج دیا تو میں ایک دفعہ اللہ کہوں گا اور ساتوں جہنم فنا کر دوں گا نہ جہنم ہو گی اور نہ کسی کو عذاب دے گی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے عظمت الٰہی کو پہچانا اس کے نام کی قوت کو جانا اور جنہوں نے برکات رسالت کو سمجھ کر جان کر اپنے دلوں میں سمویا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے آپ کا ارشاد عالی موجود ہے کہ عمر جس راستے سے آ رہا ہو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ ہم نے تو ساری دنیا کو شیطان کا شکوہ کرتے دیکھا کہ شیطان یہ بھی نہیں کرنے دیتا' شیطان وہ بھی نہیں کرنے دیتا تو ان کا راستہ کس طرح چھوڑ دیتا ہے۔ جہاں سے وہ آ رہے ہوں شیطان ہی راستہ بدل جاتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا۔ **ان عبادی ليس لك عليهم من سلطن** جو میرے

بندے ہوں گے ان پر تیرا بس نہیں چلے گا اس لئے کہ وہ اللہ کے بندے تھے انہوں نے عظمت الٰہی کو فکری اور شعوری طور پر جانا محض سنی سنائی پر نہیں کہ بزرگ کہتے ہیں اللہ ہے' چلو ہم بھی کہتے ہیں اللہ ہے۔ ماں باپ بھی کہتے تھے مولوی صاحب کہتے ہیں تو اللہ ہے' ٹھیک ہے ہم نے تو نہیں دیکھا ہم تو نہیں جانتے ہیں۔ یا نہیں سنا ہے تو ہوگا اتنے بندے جو کہتے ہیں یہ غلط تو نہیں کہتے۔ ہم نے سنا ہے اللہ کے رسول ہیں بس ٹھیک ہے ہم بھی مانتے ہیں یہ ایک اور بات ہے اور ذاتی فکری اور شعوری طور پر جاننا اور پہچاننا یہ ایک الگ بات ہے۔

جب تک ہم اس کی ذات اس کے حبیب ﷺ کے کمالات کو جانتے نہیں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے نسخہ پوچھا کہ کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ مجھے اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت ہو جائے آپ نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے کوئی چھوٹا سا کتابچہ لے لو جس میں حضور ﷺ کا سوانحی خاکہ ہو یا آپ کی حیات مبارکہ کا ذکر ہو اسے روز پڑھا کرو وہ ذات ہی ایسی ہے کہ اگر تم ان کی باتیں روز پڑھو گے تو تم ان کی محبت کی گہرائی میں اتر جاؤ گے روز سمجھو گے کہ وہ کیسے ہیں ان کے کمالات کیا ہیں روز پڑھو گے تو تمہیں ان کی محبت کا اسیر کر دے گی یہی نسخہ رب جلیل نے اپنی ذات کے بارے ارشاد فرمایا۔ **الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا وعلی جنوبھم** وہ لوگ جو کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں ہر سانس میں اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں ہوتے تو وہ بھی مشت غبار ہی ہیں۔ ہوتے تو وہ بھی خاک کے انسان ہی ہیں لیکن میرے نام کی تکرار۔ میرے نام کا بار بار دہرانا میرے نام کا رگ و پے میں دل کی دھڑکنوں میں سما جانا سانسوں میں سما جانا انہیں آئینہ بنا دیتا ہے۔ جس میں سے میری تجلیات نظر آتی ہیں۔ **سیماھم فی وجوھم من اثر السجود** وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کی پیشانیوں پر تم میری جلوہ سامانیاں دیکھ سکتے ہیں اسی زمین پر رہنے والے

اللہ نے اتنا ظالم شخص تم پر کس گناہ کی سزا میں مسلط کر دیا ہے

لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ **سیماھم فی وجوھم** کہ میری جلوہ سامانیاں ان کے چہروں پہ عیاں ہوتی ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کسی نے عرض کی یا رسول اللہ آپ دنیا سے پردہ فرما جائیں گے آپ کے پاس بے شمار مخلوق آئے گی جو آپ ہی کی امت ہوگی آپ کا اتباع اس کے لئے لازمی ہوگا وہ کس کے پاس جائیں گے کس کے پاس بیٹھیں گے وہ کیا کریں گے جب آپ دنیا میں موجود نہیں ہوں گے۔ جلوہ افروز نہیں ہوں گے تو وہ کیا کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا وہ ایسے لوگوں کے پاس جائیں گے جن کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے پاس چند لمحے بیٹھو تو اللہ کی یاد آنے لگتی ہے فرمایا وہاں اس مجلس کو نہ چھوڑیں اسے پکا کر لیں اس محفل میں جم جائیں جہاں بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہو تو وہ مجھ تک پہنچ جائیں گے اللہ کی بارگاہ تک پہنچ جائیں گے۔ دین امور عادیہ میں سے نہیں ہے دین اختیاری کام ہے۔ فکر اور شعور کے ساتھ فیصلہ کر کے اختیار کرنے کا کام ہے' سوچ اور سمجھ کے ساتھ عظمت الٰہی سے واقف ہونے کا نام ہے۔ سوچ عقل فکر اور شعور کے ساتھ ان احسانات کو جاننے کا نام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عالم انسانیت پر فرمائے۔

یوں تو ساری کائنات پر آپ کے بیشمار احسانات ہیں اس لئے کہ آپ کی ذات ہے رحمۃ اللعالمین ایک اللہ کی ذات کے علاوہ باقی ساری کائنات عالمین میں آجاتی ہے اور سب اللہ کی رحمت ہے لیکن جتنے احسانات آپ کے نوع انسانی پر ہیں ان کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ جاہلوں سے فاضل' خانہ بدوشوں سے سلطان' ظالموں سے عادل اور خود بے راہ رو جو تھے ان سے راہنمائی کے فرائض انجام دلوائے محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ آج ہم اپنی بربادی کا الزام سیاست دانوں کو بھی دیتے ہیں علماء کو بھی دیتے ہیں پیروں کو بھی دیتے ہیں' جرنیلوں کو بھی دیتے ہیں' یہ ساری بات تو درست ہے ہمارے ساتھ ہمارے سیاستدانوں نے اچھا نہیں کیا' ہمارے ساتھ ہمارے علماء نے اچھا نہیں کیا' آج تک کم از کم علماء تو متحد ہو جاتے' یہ تو پڑھے لکھے لوگ تھے دنیدار لوگ تھے اللہ ایک ہے' نبی ایک ہے' کتاب

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک ہے بیت اللہ ایک ہے۔ ایک جگہ حج پڑھ لیتے ہیں' ایک نماز تو اکٹھی حج کی تو پڑھ لیتے ہیں' باقی الگ الگ ہو جاتے ہیں' ہم پیروں کے دروازوں پر بھٹکتے رہتے ہیں وہ بھی ہمیں اپنے تک ہی رکھتے ہیں' کبھی اللہ کا پتہ دے دیا ہوتا کسی پیرفقیر نے وہ بھی نہیں دیتے۔ جرنیلوں کو قوم پالتی ہے اور اربوں روپے خرچ کرتی ہے۔ دنیا بھر کے کورسز کرواتی ہے۔ اس لئے کہ یہ ملک کا دفاع کریں گے۔ ملک کے دشمنوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں گے' پاکستان کے جرنیل تو ہر بار پاکستان ہی کو فتح کرتے ہیں ایک بار نہیں جب سے ملک بنا ہے پاکستانی جرنیلوں کے لئے تو ہر بار پاکستان ہی کے رہنے والوں کو فتح کرنا ان کی کامیابی بن گئی ہے۔ تو یہ سارے لوگ ہمارے ساتھ اچھا نہیں کر رہے۔ ہم اس کا احتجاج بھی کرتے ہیں اس پر ہمیں لاٹھیاں جوتے بھی پڑتے ہیں۔ جماعت اسلامی نے احتجاج کیا کراچی انہیں مار پڑی' سپاہ صحابہؓ نے لاہور' کراچی احتجاج کیا انہیں مار پڑی۔ یہ احتجاج کرنے سے پہلے' سوٹیاں اور ڈنڈے کھانے سے پہلے' کبھی ہم نے یہ بھی سوچا ہے کہ کیا ہم اپنے خدا' اپنے رسول' اپنی کتاب سے وفا کر رہے ہیں۔ ہم جو مشت غبار ہیں جس کی کوئی حیثیت نہیں' ہم سود کھا رہے ہیں اور مزے سے کھا رہے ہیں۔ ہم جھوٹ بولتے ہیں اور بے دھڑک بولتے ہیں' ہم دھوکہ دیتے ہیں اور ہر بندے کو دیتے ہیں۔ پیسے لے لیتے ہیں اور مال صحیح نہیں دیتے' کوئی ایک دکان بتا دو کہ اس پہ جناب جاؤ آنکھیں بند کر کے سودا لے لو اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہوگا۔ ہے کوئی آپ کے خیال میں؟ کوئی ایک شہر بتا دو کہ وہاں کسی کی بہو بیٹی کی آبرو کو کوئی خطرہ نہیں اس شہر میں رات کو جائے دن کو جائے کوئی بچی' کوئی عورت' کوئی خاتون جائے اسے کوئی خطرہ نہیں ہے' کوئی ایسا ایک شہر پاکستان کا کوئی ایک گاؤں ایسا بتا دو۔ اگر ہمارا یہ عالم ہے تو احتجاج حکومت کے خلاف نہیں اپنے خلاف کرنا چاہئے' قانون ہے فطرت کا کہ جہاں شیر رہتے ہوں درندے رہتے ہوں ان سب میں جو ظالم شیر اور طاقتور درندہ ہوتا ہے وہ ان کا سردار ہوتا ہے۔ جہاں بھیڑیئے بستے ہوں ان میں جو طاقتور بھیڑیا ہوتا ہے وہ ان کا سردار ہوتا ہے' جہاں گیدڑوں کی آبادی ان میں جو طاقتور گیدڑ ہوتا ہے وہ ان کا سردار ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم جو انسانیت چھوڑ کر بھیڑیئے بن گئے ہیں تو جو زیادہ خونخوار بھیڑیا ہوگا وہ ہمارا سردار ہوگا کوئی فرق نہیں پڑتا کہ بے نظیر آ جائے' نواز شریف آ جائے یا پرویز مشرف آ جائے جب' ہم اللہ واللہ کے رسولؐ کے باغی ہیں تو جو بغاوت میں سب سے گیا گزرا ہوگا وہ ہمارا سردار ہوگا ایسا ہونا چاہئے۔

خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا زمانہ تھا حجاج بن یوسف گورنر تھے بصرہ کے اور حجاج ابن یوسف بہت پائے کے انسان تھے لیکن تاریخ ان کی غلطیاں بھی نوٹ کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت پر خواجہ حسن بصریؒ ان سے سخت ناراض تھے۔ عبداللہ ابن زبیر وہ بچہ تھا جو مدینہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کے ہاں دو سال اولاد نہیں ہوئی یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے مسلمانوں پر مدینے آ تو گئے لیکن یہی جو ہیں یہی رہیں گے آگے پھولیں پھلیں گے نہیں تو پہلا بچہ جو مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نواسہ تھا عبداللہ بن زبیر تھے اور نبی کریم ﷺ خوشی سے بے قرار ہو کر بنفس نفیس تشریف لے گئے اور زمین پر آنکھ کھولنے کے بعد جو پہلی خوراک عبداللہ بن زبیر نے چکھی وہ لعاب دہن تھا محمد رسول ﷺ کا۔ ابوبکر صدیقؓ کا نواسہ تھا اور پہلا بچہ تھا جو ہجرت کے بعد پیدا ہوا اور یہ ان کی فضیلت ہے کہ زمین پر جب انہوں نے آنکھ کھولی جو پہلی غذا ان کے منہ میں گئی وہ لعاب دہن تھا محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی اور مکہ مکرمہ میں الگ سلطنت بنالی اور یزید کے بعد کے حکمران کی حکومت نہیں مانی اس کے بیٹے عبدالملک کے زمانے میں حجاج بن یوسف نے مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا اور بیت اللہ کی حدود میں حد حرم میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور تین دن تک سولی پر ان کے وجود مسعود کو لٹکائے رکھا۔ اس ایک بات سے سخت ناراض تھے حسن بصری اور سخت گیر آدمی بھی تھا تو عراق میں بغاوت ہوگئی اور لوگوں نے طے کر لیا جو بندہ بھی پگڑی باندھتا ہے یعنی بالغ ہے وہ تلوار لے لے اور حجاج بن یوسف کے خلاف میدان میں آ جائے۔ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ حجاج کے سخت مخالف تھے۔ ناراض تھے لیکن خواجہ حسن بصریؒ نے تحریک چلائی کہ خبردار حجاج کے خلاف

کوئی شخص تلوار لیکر میدان میں نہ اترے کیونکہ حجاج انسان نہیں ہے یہ اللہ کا عذاب ہے جو تم پر مسلط ہے عذاب الٰہی تلواروں سے نہیں ہٹ سکتے جب تک توبہ نہیں کرو گے اس سے نہیں بچ سکو گے' پہلے اپنی اصلاح کرو پہلے وہ بات دیکھو جو تم میں خرابی ہے اللہ نے اتنا ظالم شخص تم پر کس گناہ کی سزا میں مسلط کر دیا ہے۔ پہلے اس گناہ سے توبہ کرو اللہ اسے خود ہٹا دے گا۔ عذاب تلواروں سے نہیں ہٹتے۔ سڑکوں پر احتجاج کر کے جوتے کھانے کی بجائے۔ کاش ہم ہمارے علماء' ہمارے پیر صاحبان ہم ہی تکلف کر لیتے کہ اپنے آپ کو سدھارنے کا اپنے آپ کی اصلاح کا۔ کسی جماعت' کسی ایک پیر صاحب کا کوئی مرید' کسی ایک جماعت کا رکن تو بتاؤ جو کہیں دوکانداری کرتا ہو اور بندہ بے خطر چلا جائے کہ جی یہاں مجھ سے دھوکا نہیں ہو گا۔

حضرات گرامی! ہم برے ہیں جو بہت برے ہیں وہ ہم پر حکمران ہوتے ہیں۔ صرف حکمران برے نہیں ہیں ہم برے ہیں' ہم بھیڑیے بن گئے ہیں جو بھیڑیوں میں تگڑا اور خونخوار بھیڑیا ہے وہ بھیڑیوں کا سردار بن جاتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا **اعمالکم عمالکم** تمہارا کردار تم پر حکومت کیا کرے گا اگر پرویز مشرف زیادتی کر رہا ہے۔ بھوک بڑھ رہا ہے۔ روزانہ ٹیکس لگا رہا ہے۔ ظلم کر رہا ہے تو یہ اسی ہمارے کردار کی ایک تصویر ہے جو یہاں ہم کر رہے ہیں۔ ہم سے کوئی مال خریدے ہم پیسے زیادہ لیتے ہیں مال کم دیتے ہیں۔ ہم سے کوئی بات پوچھے ہم جھوٹ بولتے ہیں' ہمارے ساتھ کوئی وعدہ کرے ہم وفا نہیں کرتے' کسی کی جان مال آبرو ہم سے محفوظ نہیں ہے تو جہاں تک ہماری رسائی ہے ہم وہاں تک کرتے ہیں۔ جہاں تک ان کی رسائی ہے وہاں تک وہ کر لیتے ہیں۔

حضرات گرامی! یہ عذاب الٰہی جو ہیں یہ تقریروں سے' جلوسوں سے' احتجاجوں سے نہیں ٹلتے۔ اللہ کوئی ایسا طبقہ پیدا کر دے جو اپنی ذات میں انقلاب لے آئیں چودہ کروڑ میں ایسے چودہ سو بندے یا چودہ بندے بھی جس دن کھڑے ہو گئے اس دن انقلاب آ جائے گا۔ لیکن وہ چودہ بندے جن پہ عظمت الٰہی آشکار ہو۔ جو عظمت رسالت سے آشنا ہوں اور جو کسی دولت' کسی سطوت' کسی حکومت' کسی شہرت کے لئے نہیں احقاق حق کے لئے اور باطل کو مٹانے کے لئے میدان میں اتریں وہ چودہ سر کٹانا بھی آسان نہیں ہو گا اور اس کے علاوہ چودہ لاکھ سر بھی نکلیں گے تو انہیں کاٹنے کی ضرورت نہیں ہو گی بلکہ جوتے مار کر خاموش کر دیا جائے گا اور یہی ہو رہا ہے۔ لاہور میں بھی' اسلام آباد میں' کراچی میں بھی' حیدر آباد میں بھی جہاں جہاں احتجاج ہوئے تاجروں نے کئے' سیاسی جماعتوں نے کئے' علماء نے کئے' دینی' سیاسی جماعتوں نے کئے۔ کیا نتیجہ ہوا یہی کہ وہ سر کاٹنا بھی کسی نے ضروری نہیں سمجھا۔ جوتے مار کر خاموش کر دیا گیا۔

سو عزیزان محترم اپنی فکر کو اپنے شعور کو آواز دو فکری اور شعوری طور پر عظمت الٰہی کو، برکات نبویؐ کو پہچانو تم میں بھی وہ جرات رندانہ آ جائے گی جو صحرا نشینوں کو اس قادر مطلق نے عطا کر دی کہ عرب کے صحرا نورد

زیر شیر و شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

کہ یہ صحرا سے گوہ پکڑ کر کھانے والے اور اونٹنیوں کا دودھ پینے والے عرب جنہیں کھانے پینے کی تمیز نہیں تھی ان میں اتنا حوصلہ آ گیا کہ یہ کسریٰ پرویز کی عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینے چل پڑے ہیں جس کے بارے سوچنے سے بھی لوگ ڈرتے تھے یہ کہتے ہیں ہم اسے پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیں گے اگر انہوں نے رکھ لیا تو یہ کہاں سے لیا حوصلہ انہوں نے' کہاں سے جرات پائی؟ ہم اس لئے ذلیل ہو رہے ہیں کہ ہمارے دعوے اللہ و اللہ کے رسول کے ساتھ ہیں ہماری وفائیں اپنی ذاتی اغراض اور اپنے نفس کے ساتھ اور نفس کی خواہشات کے ساتھ ہیں۔

اللہ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے' ہدایت پہ زندہ رکھے اور صالحین کے ساتھ حشر میں کھڑا کرے۔

ہم اس لئے ذلیل ہو رہے ہیں کہ ہمارے دعوے اللہ و اللہ کے رسول کے ساتھ ہیں ہماری وفائیں اپنی ذاتی اغراض اور اپنے نفس کے ساتھ اور نفس کی خواہشات کے ساتھ ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسوۂ حسنہ

زندگی گزارنے کے لئے آسان ترین راستہ وہ ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا۔ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ جو خلاف سنت ہو اسے خواہ کسی بہت ہی نیک اور مخلص آدمی نے اپنایا ہو واجب التقلید نہیں ہے۔ ہمارے لئے بہترین راستہ سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ایسی ہے کہ آپ کی دنیاوی زندگی کا جو معیار ہے اور جو طریق حیات ہے وہ اتنا سہل اتنا آسان اور اتنا انسانی مزاج کے مطابق ہے کہ ہر آدمی اس کو اپنا سکتا ہے اور زندگی گزارنے کا آسان ترین راستہ وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا۔ ہمارے ہاں جو ایک رواج سا بن چکا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ نیک آدمی وہ ہوتا ہے جو اپنے لئے مشکلات زیادہ پیدا کرے، آبادی کو چھوڑ دے جنگلوں میں رہتا ہو، کھاتا پیتا کچھ نہیں ہو، تعلقات کسی سے نہ ہوں، بات یہ درست نہیں ہے۔ اہل اللہ میں اگرچہ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے آبادیاں چھوڑ دیں، تنہائی اختیار کی اور کھانے پینے اوڑھنے بچھونے سے بے نیاز ہوگئے لیکن بلاارادہ کسی نے نہیں کیا۔ بعض حضرات ایک خاص مقام پر ایک خاص کیفیت میں آکر حواس کھو بیٹھے تجلیات باری نے ان کے ذہن کو اتنا متاثر کیا کہ وہ دنیاوی امور کو سوچنے کے قابل نہ رہا۔ اسے اصطلاح تصوف میں سکر کہتے ہیں۔ تو سکر یا جذب کی حالت کا جو فعل ہوتا ہے وہ واجب التقلید نہیں ہوتا۔ چونکہ اس پر تو ایک خاص حالت ہے وہ نفع و نقصان کو سمجھ نہیں رہا اور سکر کمال نہیں ہوتا۔ سکر دراصل کمزوری کی دلیل ہوتا ہے آدمی برداشت نہیں کر پاتا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان فارسیؓ جیسے جلیل القدر انسان کو شہر سے باہر رہنے کا حکم دیا اور لوگوں سے منع کر دیا تھا کہ ان سے نہ ملا کریں اس لئے نہیں کہ وہ انکی عظمت کے قائل نہیں تھے اس لئے کہ وہ اس حال کو پہنچ گئے تھے کہ انہیں اپنے دنیاوی امور کی کوئی سدھ بدھ نہیں رہتی تھی تو اگر دوسرے لوگ بھی ان کی عظمت سے متاثر ہو کر وہ راہ اپنالیں تو اسلامی ریاست کا کیا حشر ہوگا۔ یاد رکھیں بہترین ولایت بھی اسی میں ہے نیکی بھی اسی میں ہے دین بھی اسی میں ہے اور دنیا بھی اسی میں ہے کہ زندگی کرنے کا وہ طریقہ اپنایئے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا۔ اب کوئی اس سے بھٹکتا ہے تو اس میں بعض ایسے ہیں جو انتہائی مخلص نہیں لیکن کمزوری کی وجہ سے بھٹک گئے کوئی ایسا ہے جو نادانی کی وجہ سے بھٹک گیا۔ کوئی ایسا ہے جو مخلص ہی نہیں لیکن اس نے ہمارے سامنے اخلاص کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو ان تین حالتوں میں کوئی حالت بھی ہو بڑا نیک ہو، بڑا مخلص ہو لیکن وہ خلاف سنت زندگی کو اپنالے تو ہمیں اس کے پیچھے نہیں جانا۔ ہمارے لئے بہترین راستہ سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بعض اوقات ایک اور غلط فہمی ہو جاتی ہے اور میں نے لوگوں کو دیکھا ہے جیسے آپ عام آدمیوں کو چھوڑیں ایک عظیم ہستی ہیں امام احمد بن حنبلؒ اتنا عظیم انسان، تاریخ میں مثالی حیثیت کا حامل ہے اور یکے بعد دیگرے تین یا چار حکومتوں کا سارا زور صرف ہوگیا اس ایک آدمی کو خلق قرآن کے مسئلے میں قائل کرنے پر لیکن انکی زبان پر صرف ایک بات تھی کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسول سے دلیل لاکر دو اور اگر یہ نہیں ہے تو تم جو بھی چاہو کرلو۔ شکنجوں میں کسے گئے انہیں جو دُرے لگائے گئے بالآخر اس حد تک کہ پیٹھ سے کھال چیر کر اس کے نیچے کنکریاں دی گئیں ان پر دُرے مارے گئے تو وہ جب پوچھتے تھے اب سناؤ وہ کہتے تھے اتونی بشئی ءِ من کتاب اللہ کتاب اللہ سے کوئی دلیل دو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے آپ کے ارشادات سے کوئی دلیل دو، ورنہ تم غلط

لگتے ہوئے تو شکنجوں میں اس حد تک کسے گئے
کہ ان کے کندھوں کے جوڑوں نے کام کرنا
چھوڑ دیا۔ پھر ان کے بازو ساری عمر لٹکتے
رہتے تھے اب وہ معذور ہو گئے وہ تو بازو اٹھا
نہیں سکتے تھے تو اپنے یہاں حرم شریف میں

> یاد رکھیں بہترین ولایت بھی اسی میں ہے نیکی بھی اسی میں ہے دین بھی اسی میں ہے اور دنیا بھی اسی میں ہے کہ زندگی کرنے کا وہ طریقہ اپنایئے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا

بھی لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ بعض اہل سنت بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں یہ اس اقتداء میں پڑھتے ہیں حالانکہ وہ معذور ہو گئے تھے وہ تو بازو باندھ نہیں سکتے تھے تو اس طرح سے دھوکہ لگتا ہے غلطی لگتی ہے وہ تو معذور تھے صحیح اور سادہ اور عنداللہ مقبول اور محبوب راستہ وہ ہے۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ شادی کے معاملات میں دیکھیں تو سب سے کثیر الازواج ہیں آپ اہل و عیال کے معاملے میں دیکھیں تو کثیر الاولاد ہیں اس لئے کہ کتنی بیبیوں کے ساتھ ان کے بچے بھی آئے آپ کی اپنی اولاد بھی تھی لیکن کبھی کسی مورخ نے آج تک یہ نہیں لکھا کہ انہیں ان کی تربیت میں ان کی پرورش میں یا ان کی نگہداشت میں کوئی کمی ہوئی ہو بلکہ جو لڑکے بطور خادم کاشانہ نبوی پہ رہے انہیں بھی لوگوں نے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شروع کر دیا اتنے پیار سے، اتنی محبت سے اتنی شفقت سے پھر آپ دیکھیں جس ہستی کے اتنے اہل ہوں تو اتنے تو سوال بھی ہوں گے تو اتنے ہی ان کے آگے مسائل اور ضرورتیں بھی تو ہونگی اسی طرح آپ کے ذاتی خویش و اقارب اور قبائل جو تھے جب اسی مکہ مکرمہ میں ایذاء دی جاتی تھی اور قریش اور مشرکین جو رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان سے کہہ دے میرے حبیب کہ اللہ کی بات بتاتا ہوں تمہیں تمہارے بھلے کی بات بتاتا ہوں دو عالم کی بہتری کی بات بتاتا ہوں اور لا اسئلكم عليه من اجر اور میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ کوئی اس کے معاوضے میں کوئی چیز نہیں مانگتا میں تم سے لیتا کچھ نہیں صرف دیتا ہوں لیکن ایک بات کو یاد رکھو۔

کم از کم جو ہماری اپنی اقدار چلی آ رہی ہیں کہ ایک دوسرے کی رشتہ داری کے طفیل ایک دوسرے کا لحاظ کیا جاتا ہے یا کسی رشتہ دار کو کوئی تنگ کرے تو ساری برادری اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے تم کم از کم تمہاری اپنی برادرانہ تعلقات کی اہمیت تم میں شروع سے چلی آ رہی ہے کم از کم اس کو تو نہ چھوڑو تم میرے خاندان والے ہو۔ میرے رشتہ دار ہو عزیز و اقارب ہو تم کم از کم مجھے ایذاء دینے سے تو باز آ جاؤ یہ تو تمہیں زیب نہیں دیتا تم قبول کرو نہ کرو۔ مسلمان ہو جاؤ نہ ہو جاؤ بات تمہاری بہتری کی ہے اور میں تم سے کچھ مانگتا نہیں ہوں کہ تمہیں وہ بوجھ لگے میں تم سے حکومت نہیں چاہتا، دولت نہیں چاہتا اور کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے حتی کہ پھر اس بات کا امتحان بھی ہو گیا۔ قریش نے جمع ہو کر یہ فیصلہ کیا۔ اگر یہ بات اس طرح نہیں بنتی تو ایسا کریں کہ جو بات یہ چاہتے ہیں جو چیز انہیں جس کی خواہش ہو وہ پوری کر دی جائے تو وہ سارے جمع ہو کر حضرت ابو طالب کے پاس کہ آپ اپنے بھتیجے سے کہیے اگر اسے حکومت کا شوق ہے تو ہم سارے عرب جمع ہو کر ان کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اگر اسے دولت کی غرض ہے تو ہم سارے مل کر اتنی دولت جمع کرتے ہیں کہ عرب میں کسی دوسرے کے پاس نہ ہو۔ اگر اسے بیبیوں کا شوق ہے تو عرب میں بہترین بچی اس کے عقد میں دینے کو تیار ہیں ایک چاہے، دو چاہے، دس چاہے اور اس سے ہو کہ ہمارے بتوں کو، ہمارے طریقہ عبادت کو، ہمارے آباؤ اجداد کی رسومات کو چھیڑنا چھوڑے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے گئے تو ابو طالب نے بڑے عجیب انداز میں بات کی کہ دیکھو بیٹا میں بوڑھا ہوں مجھ میں اتنی سکت نہیں ہے۔ ہمارے قبیلے میں اتنی قوت نہیں رہی کہ سارے عرب کا بوجھ سنبھال سکے اور عرب اور قریش تنگ آ گئے ہیں تیرے مقابلے سے اور وہ یہ تینوں چیزیں لے کر آئے ہیں اور اس سے بڑی بات دنیا میں کیا ہو سکتی ہے تم تینوں چیزیں مانگو تو تینوں بھی مل سکتی ہیں۔ دولت بھی جمع کر دیں گے۔ حکومت بھی دیں گے اور بچیاں بھی پیش کریں گے تو پھر اگر تم چاہتے ہو بیٹا تو اپنے بوڑھے چچا پہ رحم کرو یہ نہ ہو کہ کوئی آخری عمر میں میری عزت بھی اتر جائے تو حضور صلی اللہ علیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

وسلم کو اس بات سے بڑا دکھ ہوا کہ آپ کو مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے تھا۔ فرمایا چچا یہ تو دنیا کی اور زمین کی باتیں ہیں اور ان کے اختیار میں اللہ نے دے دی ہیں یہ کر سکتے ہیں اور اگر یہ آسمان سے سورج اور چاند اتار کر لے آئیں اور میرے ایک ہاتھ پہ سورج رکھ دیں اور ایک ہاتھ پہ چاند رکھ دیں تو اللہ کی قسم میں اپنے کام سے باز نہ آؤں گا خواہ اس سے میری جان ہی چلی جائے۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے دولت نہیں چاہئے حکومت نہیں چاہئے مجھے انکی بچیاں نہیں چاہئیں میں تو اللہ کی طرف سے معمور ہوں اللہ کی بات اللہ کے بندوں تک پہنچانا یہ میرا فریضہ ہے وہ میں پہنچاؤں گا۔ مجھے دنیا کی کوئی دولت کوئی طاقت کوئی اقتدار، کوئی سلطنت ایسا کرنے سے نہیں روک سکتی۔

تو یہی بات اللہ نے ارشاد فرمائی کہ اے لوگو! تمہارے لئے بہترین راستہ ہے دنیوی زندگی کا، مرنے کا مابعد الموت کا اخروی زندگی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں آپ کی اتباع میں۔ آپ کی اطاعت میں اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے لمن کان یر جو اللہ والیوم الآخر جن کا عزم اتنا بلند ہو کہ وہ کوڑی کوڑی پر اقتدار و وقار پر نہ پھسل جائیں وہ دو جہانوں کو تج دیں اور کہیں ہماری غرض تو خالق کائنات ہے مخلوق سے نہیں مخلوق بڑی سے بڑی ہوگی مخلوق میں بہت بڑی دولت ہوگی بہت بڑا کوئی ملک ہوگا تو جب مخلوق کیساتھ معاملہ ہوگا تو ہم اپنے آپ کو مخلوق کے عوض کیوں بیچیں ہم بھی مخلوق ہیں وہ بھی مخلوق ہے تو کیوں نہ اپنے آپ کو اس ہستی کے سامنے سرنگوں کیا جائے جو مخلوق نہیں۔ فرمایا! جس میں اتنی جرأت رندانہ ہو وہ اپنے جیسوں کو سجدہ نہ کرے۔ مخلوق کے سامنے نہ جھکے جس کا عزم اتنا بلند ہو کہ وہ خالق کا طالب بن جائے اور اسے جب اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے تو اس دن کا فکر ہو۔

"والیوم الاخر" یوم الآخر سے مراد میرے خیال، میری سمجھ کے مطابق یہ ہے کہ جب میدان حشر میں اللہ کے روبرو پیش ہو تو جب اس کی آرزو اور خواہش پیش کی جائے تو اس میں دنیا کا نام نہ نکلے اس میں آخرت بھی نہ ہو اس میں اللہ کا نام لکھا ہو چونکہ وہاں تو آرزوئیں اور خواہشات پیش ہوں گی تو میدان حشر میں اس دن بھید کھلے گا میں کہتا ہوں میں خدا کا طالب ہوں آپ کہتے ہیں میں خدا کا طالب ہوں نہ آپ کو میری خبر ہے نہ مجھے آپ کی آپ کے سامنے میں قرآن بیان کر رہا ہوں حرم شریف میں بیٹھا ہوں۔ لیکن آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ سب کچھ میں اللہ کے لئے کر رہا ہوں؟ صرف اعتماد؟ خدا جانے میرے دل میں کوئی لالچ ہوگا۔ کوئی دنیا کے وقار کا، دولت کا لیکن آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں میدان حشر میں یہ بات کھول کر سامنے رکھ دی جائے گی کہ کون کیا چاہتا رہا ہے تو اس لئے یہاں ارشاد ہوا۔ من کان یرجو اللہ جو اللہ کا طالب ہو والیوم الاخر اور ایسا طالب ہو اسے یقین ہو آخرت کو میری کتاب کھلے تو اس میں میری طلب کے خانے میں ذات باری کا اسم گرامی لکھا ہوا ہو اور فرمایا ان کی علامت ہی یہ ہوتی ہے واذکر اللہ کثیرا وہ اللہ اللہ ہی کرتے رہتے ہیں یعنی اس طالب کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اسے پھر اللہ کے نام کے سوا کوئی نام نہیں سوجھتا کہیں لذت نہیں ملتی۔ کہیں مٹھاس نہیں ملتی۔ وہ قیس مجنوں کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کہیں باہر کو نکلا جو کوئی سانڈھنی پہ سوار تھا اس سے پوچھا کہاں جاتے ہو اپنے اس شہر کا نام بتایا جہاں وہ ہجرت کر گیا تھا لیلیٰ کا والد اسی سے تنگ آکر وہ گھر بار بیچ کر چلا گیا دوسری طرف تو اس نے کہا بھائی وہاں جاتے ہو تو وہاں تو لیلیٰ ہے تو میرا کوئی پیغام اس کے لئے لیتے جاؤ اس نے کہا بتاؤ اب وہ بتانے لگا وہ سننے لگا اس نے کہا یار دیر ہو رہی ہے مجھے جانا ہے سفر لمبا ہے چل اس نے کہا تو سانڈھنی چلا لے میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں تھوڑی دور تجھے بات بتاتا جاؤں گا تو اس نے سانڈھنی بھگا لی اس نے ساتھ بھاگنا شروع کر دیا تین سو یا چار سو کوس تھے تو پیغام دیتا رہا سنتا رہا تو اس نے کہا لو بھائی اب شہر آ گیا ہے۔ یعنی وہ پورا سفر اس کے ساتھ بھاگتے بھاگتے گزر گیا تو فرمایا جس میں اللہ کی طلب آ جائے واذکر اللہ کثیرا کوئی بات کرو وہ پھر کر اللہ پہ لے آتا ہے اس کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا ذکر الٰہی بن جاتا ہے اب بات یہ ہوئی کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ اللہ کرنے والے تو فارغ لوگ ہوتے ہیں تو کرتے ہیں بھائی ہماری بھی مصروفیات ہیں ہمارے بھی کام ہیں لیکن اللہ اللہ کرنا بھی ہماری مجبوری ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

جشن آزادی

مسلم لیگ کی حکومت میں لاہور میں ایک دن میں اسی خطیبوں کا چالان ہوا۔ کس بات پر کہ تمہاری مسجد میں مسلح گارڈ نہیں ہے۔ اسی خطیبوں کو حوالات میں بند کیا گیا' تھانے میں پرچہ دیا گیا۔ عدالت نے اس وعدے پر کہ گارڈ رکھیں گے' جرمانہ لے کر چھوڑا۔ یعنی سجدہ بھی کرنا ہے تو سرکاری حکم کے مطابق بندوق کے سائے میں کرنا ہے۔ دکان پر سودا خریدنا ہے تو وہاں مسلح گارڈ ہونا چاہیے۔ گھر میں آرام سے سونا ہے تو وہاں مسلح گارڈ ہونا چاہیے کوئی حد ہے آزادی کی

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 12-08-2000

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگست کا مہینہ ہے، سرکاری سطح پر بھی اور سیاسی سطح پر بھی جشن آزادی منانے کی تیاریاں زوروں پر ہیں یقیناً اس کا خرچہ بھی اربوں تک جائے گا۔ چونکہ کروڑوں کا خرچ تو یہ قوم بسنت منانے پہ کرتی ہے تو جشن آزادی جب سرکاری اور غیر سرکاری طور پر سارے ملک میں منایا جائے گا تو اربوں روپے اس پر بھی صرف کئے جائیں گے۔ لیکن میرے خیال میں یہ جشن آزادی ان لوگوں کو منانا چاہیے جو واقعی آزاد ہوں۔ اور اس کا نام جشن آزادی جو ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ جشن نہیں بلکہ ایک یادگار دن ہوتا ہے اور اس دن آنے والی نسلوں کو حصول آزادی کے لئے جو قربانیاں دی گئیں اور اس ضمن میں جو مشکلات پیش آئیں اور جو قیمت ادا کی گئی اس سے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی اس آزادی کو ایک عام سی بات نہ سمجھیں ان کے علم میں ہو کہ اس کے لئے کتنی جانیں دی گئیں' کتنے گھر قربان ہوئے' کتنی جاگیریں اجڑیں' کتنی عزتیں لٹیں اور کتنے لوگ قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے' کتنے لوگوں کے وجود خاک میں ملے تب جا کر کچھ لوگوں کو آزادی نصیب ہوئی۔ لہذا جو قومیں آزاد ہیں انہیں اپنی آزادی کا دن بطور خاص بطور یادگار اس لئے منانا چاہیے کہ آزادی کی جدوجہد کا جو سارا قصہ ہے وہ آنے والی ان نسلوں کو سنایا جائے جو اس کاوش میں شریک نہ تھیں یا اس وقت موجود نہ تھیں۔ تاکہ یہ بطور امانت سینوں میں منتقل ہوتا رہے اور آزادی کی قدر و قیمت کا احساس سب کو رہے لیکن یہ ان قوموں کا حق ہے جو آزاد ہیں۔

علمائے کرام کو یاد ہوگا کہ انگریز کی حکومت میں جب امن قائم ہوگیا' جب جھگڑے ختم ہو گئے' سکھوں کی حکومت بھی ختم ہوئی' ریاستوں نے سرنگوں کردیا اور بنگال سے لے کر کابل کی سرحد تک اور ہمالہ سے دکن تک تاج برطانیہ کی حکومت قائم ہوگئی' ملک میں امن قائم ہوگیا' ایک قانون کی عملداری ہوگئی' عدالتیں بن گئیں' زمین کے بندوبست ہو گئے تو بظاہر تو سارا امن قائم ہوگیا' اب سوال یہ پیدا ہوا کہ جب انگریزوں کے خلاف جہاد ہو رہا تھا' مسلمان جنگ آزادی لڑ رہے تھے تو اس وقت تو برصغیر دارالحرب تھا اب کیا یہ دارالامن قرار پائے گا تو علماء کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ برصغیر مسلمانوں کے لئے دارالحرب ہے وہ فیصلہ آج بھی اکابر کے فتاویٰ میں موجود ہے اور اس میں جو وجہ بیان فرمائی گئی وہ یہ تھی کہ بظاہر قتل و غارت گری نہ سہی لیکن مومن کی معاش پر کافر کا اور کافرانہ نظام کا غلبہ ہے' مومن کی تعلیم پر کافرانہ نظام کا غلبہ ہے' مومن کے انصاف کے اداروں پر یا عدلیہ پر کافرانہ نظام کا غلبہ ہے' اقتدار اور سیاسیات کے راستوں پر کافرانہ نظام کا غلبہ ہے لہذا اس میں جہاد فرض ہے اور یہ دارالحرب ہے۔ جب یہ دارالحرب قرار دیا گیا تو ایک نیا مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ تو کیا اب پورے برصغیر میں جمعے کی نماز چھوڑ دی جائے؟ جس پر یہ فیصلہ ہوا کہ جمعے کی نماز نہ چھوڑی جائے لیکن جمعے کے بیان یا خطبے اور دو فرض ادا کرنے کے بعد چار رکعت ظہر کے بطور احتیاط ادا کئے جائیں اور میں نے خود وہ پڑھے ہیں دیہات میں انپڑھ لوگ' کاشت کار لوگ' مزدور لوگ جنہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا وہ بھی کہتے تھے یہ احتیاطی پیشی ہے۔ ظہر کو پیشی کہتے تھے تا تو جمعہ ادا کرنے کے بعد اس لئے برقرار رکھا گیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

> **علم وہ ہوتا ہے جو انسان کی سوچ بدل دے اس کا حال بدل دے اس کی فکر بدل دے اس کا نظریہ تبدیل کر دے اسے معاملات میں وہ شعور عطا کر دے جو حقیقت پر مبنی ہو**

کہ یورپ برصغیر میں جمعہ بند کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ دارالحرب ہے جمعہ ادا نہیں ہوگا لہذا احتیاطاً جمعہ پڑھنے کے بعد اپنے چار رکعت فرض ظہر کے دہرا لیجئے اور میں نے بھی ایک عرصے تک بزرگوں کے ساتھ احتیاطی پڑھی ہیں یعنی یہ کوئی خیالی بات نہیں ہے۔

آزادی ہمیں کس بات سے حاصل کرنی تھی؟ کافرانہ نظام سے سود کے معاشی نظام سے آزادی چاہیے تھی۔ عدلیہ میں وہ قانون چاہیے تھا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب کی صورت میں عطا فرمایا۔ سیاسیات کا وہ راستہ چاہیے تھا جو آزادانہ ہے اور جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ تعلیم و تعلم میں وہ انداز چاہیے تھا جو آزاد ہو جو غیر کی چھاپ سے پاک ہو اور جو آدمی کو علم عطا کرتا ہو۔ ہمارا نظام تعلیم علم عطا نہیں کرتا خبر دیتا ہے۔ یہ یاد رکھیں علم اور خبر میں بڑا فاصلہ ہے۔ انگریز نے جو نظام تعلیم بنایا وہ یہاں علم تقسیم نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے تو علم کے راستے روکے لیکن کاروبار سلطنت چلانے کے لئے جس طرح کمپیوٹر میں خبر فیڈ کی جاتی ہے جس طرح اخبار میں خبر لکھی جاتی ہے اس طرح پڑھے لکھوں میں اعداد و شمار، الفاظ و حروف ثبت کرنا چاہتا تھا کہ وہ چٹھی پڑھ سکیں وہ چٹھی لکھ سکیں دو اور دو چار جمع کر سکیں۔ علم تو وہ ہوتا ہے جو حال تبدیل کر دے علم یہ ہے کہ کسی بندے کو پتہ ہے کہ یہ زہر ہے اسے یہ علم ہے کہ وہ زہر نہیں کھائے گا یہ ایک حال بدل دینا اور اگر اسے یہ علم نہیں ہے کہ یہ زہر ہے لیکن یہ کوئی ایسی چیز ہے کہ نہ کھانا ہی بہتر ہے شاید وہ حاجی لے گا وہ خبر ہے یعنی خبر سے اخبار میں سارے جہان کی خبریں چھاپ دو اس کی صحت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا اگر یہ حال انسان کا ہو تو وہ بدکار ہے تو بدکار ہی رہے گا چور ہے تو چور ہی رہے گا سست ہے تو سست ہی رہے گا بے دین ہے تو بے دین ہی رہے گا اور لکھنا پڑھنا بھی سیکھ جائے جمع تفریق بھی سیکھ جائے تو اسے علم سمجھنا نادانی ہے یہ خبر ہے۔

یہ نظام ہمیں خبر دیتا ہے خبریں دیتا ہے مختلف معلومات فراہم کرتا ہے۔ علم وہ ہوتا ہے جو انسان کی سوچ بدل دے اس کا حال بدل دے اس کی فکر بدل دے اس کا نظریہ تبدیل کر دے اسے معاملات میں وہ شعور عطا کر دے جو حقیقت پر مبنی ہو۔ تو جب علم بھی نہیں ہے اپنی آزادی سے ہم کوئی چیز خرید بھی نہیں سکتے خواہی نخواہی عجیب و غریب ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں اپنی مرضی سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے اپنی مرضی سے ملکی منصوبے نہیں بنا سکتے اپنی مرضی سے سفیر اور وزیر مقرر نہیں کر سکتے اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم اپنی مرضی سے جرنیل بھی نہیں بنا سکتے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ یہ میری بات نہیں ہے یہ ہمارے ایک ریٹائرڈ آرمی چیف جو وائس چیف بھی بڑا عرصہ رہے ان کی بات ہے ان سے میری بات ہو رہی تھی تو وہ اپنی اندر کی خبر مجھے دے رہے تھے فرمانے لگے کہ اس ملک میں جتنے بھی آرمی چیف آئے ہیں وہ مغربی طاقتوں نے بنوائے ہیں سوائے ایک کے تو میں نے عرض کیا وہ ایک کون تھا؟ کہنے لگا وہ ایک میں تھا کہ میرے والا آرمی چیف قتل ہو گیا اور میں آرمی چیف بن گیا۔ تو میں نے کہا حضور آپ بھی تو کسی نے وائس چیف بنایا ہوگا تب ہی آپ بن گئے پھر تو ایک بھی نہ بچا یعنی آپ کا چنا بھی مشکوک ہو گیا چونکہ آپ بھی وائس چیف تھے۔ اب جو طاقت چیف مقرر کرواتی ہے یقیناً وائس چیف بھی اس کی پسند سے مقرر ہوا ہوگا۔ چونکہ وائس تو ہوتا اس لئے ہے کہ چیف کے ساتھ کسی وقت حادثہ ہو جائے تو وہ اس کا قائم مقام ایک موجود ہو جو اس کی جگہ لے لے تو میں نے کہا حضور آپ کی بات سے تو ساری امیدیں ہی ختم ہو گئیں کہ آرمی چیف ہمارا نہیں ہوتا دوسری طاقتوں کا ہوتا ہے جو اسے وہاں تک پہنچاتی ہیں اور یہ میری بات نہیں ہے یہ ایک ریٹائرڈ آرمی چیف کی بات ہے تو کیا ایسے میں لوگوں کو اپنے آپ کو آزاد سمجھنے کا اور جشن آزادی پہ اربوں روپیہ لٹانے کا کوئی حق پہنچتا ہے کیا مداری کا بندر آزاد ہوتا ہے؟ کیا فال نکالنے والے کا طوطا آزاد ہوتا ہے؟ اس کے تو پر بھی نہیں کٹے ہوئے ہوتے۔ پنجرے کا دروازہ کھلا ہوتا ہے وہ کبھی اس کے ہاتھ پہ بیٹھتا ہے کبھی فال کا لفافہ اٹھاتا ہے لیکن غلامی اس کے ذہن اور نس نس میں اس قدر سرایت کر گئی ہوتی ہے کہ بے چارہ گھوم پھر کر پھر پنجرے میں چلا جاتا ہے۔

ہماری آزادی اس پالتو طوطے کی آزادی ہے کہ فال نکالو، چوری کھاؤ، مٹھائی کھاؤ، میوہ کھاؤ اور پھر پھرا کر پھر اسی پنجرے میں جا کر آرام کرو۔ آزادی سے اب ہم سجدہ بھی نہیں کر سکتے۔ مسلم لیگ کی حکومت میں لاہور میں ایک دن میں اسی مسجدوں کا چالان ہوا۔ کس بات پر کہ تمہاری مسجد میں مسلح گارڈ نہیں ہے۔ ان مسجدوں کو حوالات میں بند کیا گیا تھانے میں پرچہ دیا گیا۔ عدالت نے اس وعدے پر کہ گارڈ رکھیں گے ضمانت لے کر چھوڑا۔ یعنی سجدہ بھی کرنا ہے تو سرکاری حکم کے مطابق بندوق کے سائے میں کرنا ہے۔ دکان پر سودا خریدنا ہے تو وہاں مسلح گارڈ ہونا چاہیے۔ گھر میں آرام سے سونا ہے تو وہاں مسلح گارڈ ہونا چاہیے کوئی حد ہے آزادی کی۔

نظام حیدر آباد دکن جشن آزادی منا رہے تھے۔ ان کے ایک وزیر کے حفیظ جالندھری سے مراسم تھے۔ حیدر آبادی لوگ علمی اور ادبی لوگ تھے اہل زبان تھے اور شعراء سے، دانشوروں سے، اہل قلم سے ان کی دوستیاں رہتی تھیں۔ اس نے حفیظ جالندھری کو بھی مدعو کر لیا اور چونکہ یہ بڑے فی البدیہہ قصیدے اور نظمیں لکھتے تھے شاہنامہ اسلام جیسی غضب چیز انہوں نے لکھی۔ انہیں کہا گیا کہ آپ بھی قصیدہ لکھیے جشن آزادی کے لئے تو انہوں نے قصیدہ لکھا جس میں اسی شعر تھے۔ مجھے اس کے دو تین شعر یاد رہ گئے ہیں اصل قصیدے میں اسی شعر ہیں۔ تو انہوں نے جو قصیدہ لکھا نظام صاحب کے سامنے پڑھا وہ آدھے تک پہنچے تو نظام صاحب اٹھ کر زنان خانے میں چلے گئے اور وزیر صاحب نے حفیظ صاحب کو اپنی گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی دوڑا دی اور گھنٹے ڈیڑھ میں حیدر آباد سے باہر پہنچا کر کہا کہ اب آگے مجھے نہیں پتہ کیا کرو گے لیکن حیدر آباد سے نکل جاؤ یہاں زندہ نہیں بچو گے۔ میں تمہاری یہی مدد کر سکتا ہوں۔ حفیظ جالندھری نے کہا تھا کہ

ماہیوں کو آزادی ہے آب گہروں میں جینے کی
[illegible]

شاہیں کو آزادی ہے آزادی سے پرواز کرے
اور ننھی منی چڑیوں پر جب چاہے مشق ناز کرے

شیروں کو آزادی ہے آزادی کے پابند رہیں
جس کو چاہیں چیریں پھاڑیں کھائیں پئیں آنند رہیں

مجھے اس قصیدے کے یہ تین شعر یاد رہ گئے ہیں تو جشن ہمیں بھی ضرور منانا چاہیے کہ حیدر آبادی آزادی ہمیں بھی حاصل ہے۔ سانپ بھی آزاد ہیں بچھو بھی آزاد ہیں، شیر بھی آزاد ہیں جواری بھی آزاد ہیں شرابی بھی آزاد ہیں بدکاری کے اڈے بھی آزاد ہیں، جوا خانے بھی آزادی سے چل رہے ہیں۔ قوم میں غیرت کا فقدان اس حد کو چھو رہا ہے کہ جگہ جگہ سے خطوط آتے ہیں کہ جی فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے اس کے خلاف کچھ کیا جائے نیچے لکھا ہوتا ہے ایک خیر خواہ خدا کا ایک بندہ اب اپنا نام لکھنے کی جرات نہیں ہے کہ جو کیا مجھے بھیج رہے ہو اس میں تو نام لکھ دو میں تو تمہارے خلاف پرچہ دینے نہیں جا رہا۔

کل چکوال سے ایک خط تھا اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ کمپیوٹر پر لکھا ہوا تھا۔ پرنٹڈ خط تھا کسی نے کمپیوٹر سے نکال کر بھیجا شاید اور بھی کتنے لوگوں کو بھیجا ہوگا۔ جو کمپیوٹر تک کا تکلف کیا تو اس کا مطلب ہے کوئی پڑھا لکھا بندہ ہے کوئی صاحب ذوق ہے۔ کوئی کسی نے شرارت نہیں کی۔ تو وہ لکھتا ہے کہ یہاں ریلوے سٹیشن پہ جوا چلتا ہے سارا دن پولیس والے بھی پیسے لے لیتے ہیں اخبار والوں کو بھی اپنا حصہ مل جاتا ہے نہ اخبار اس کے خلاف احتجاج کرتے ہیں نہ پولیس اسے پوچھتی ہے خدا کے لئے کچھ اس کے لئے کیجیے۔ نیچے لکھا ہوا ہے۔ اللہ کا ایک خیر خواہ بندہ۔ تو میں نے کہا بھیجنی اللہ ہی کو بھیجو۔ جب تمہاری غیرت اتنی مر گئی ہے کہ احتجاج کرنے کے لئے اپنا نام تک ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو جہاں غیرت یا ایمان نہیں ہوتا وہاں احتجاج نہیں کیا جاتا۔ پیشہ ور عورتوں کے جو دلال ہوتے ہیں ان سے جو خاندان کے لوگ ہوتے ہیں ان میں غیرت نہیں ہوتی وہ احتجاج نہیں کرتے کون ان کے گھر آیا کب آیا کب گیا۔ کبھی نہ آپ نے کسی نے احتجاج کیا؟ تو جس بندے میں اتنی غیرت نہیں ہے کہ وہ اپنا نام ظاہر کرے تو بے غیرت کو احتجاج کرنے کا حق نہیں ہوتا اور نہ احتجاج کرتا ہے وہ سر میدان کرے اپنی اس دیانت داری سے کرے ذمہ داری سے کرے کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ زیادہ سے زیادہ سزا موت ہو جائے گی موت کوئی عجیب چیز ہے موت ویسے نہیں آئے گی موت کو تو آنا ہے اپنے وقت پر تو جب موت نے آنا ہی ہے تو موت سے ڈر کے چھپنے کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

بھاگنے کی کیا ضرورت ہے؟۔

تو حضور آزادی کا دن تو ضرور منایا جائے اسے جشن نہ کہا جائے۔ جشن تو ایک فضول سی اچھل کود کا' تفریح کا اور تماشہ کا نام ہے ۔یہ آزادی کا جشن نہیں ہوتا آزادی کا تو ایک تاریخی اور یادگار دن ہوتا ہے کہ پوری متانت سے پوری سنجیدگی سے آزادی کی تاریخ دہرائی جائے سجدہ شکر ادا کیا جائے۔ بیوہ عورتوں کی نگہداشت کی جائے' کسی کی تعلیم میں مدد کی جائے۔ پٹاخوں پر اور رنگ برنگی جھنڈیوں پر پیسے ضائع کرنے کی بجائے انہیں مقاصد پہ لگایا جائے اور جس طرح اسلام میں عید منائی جاتی ہے کہ اللہ کا شکر بھی ادا کیا جائے اور ہر مفلس بے کس و بے بس کو اچھے کھانے میں شریک کیا جائے اسی طرح آزادی کا دن منایا جانا چاہیے کہ کم از کم ایک صبح کو تو چودہ کروڑ بندوں میں سے کوئی بھوکا نہ رہے کم ازکم ایک

کوئی ضمانت دے سکتا ہے کہ چودہ اگست کو کہیں ڈاکہ نہیں ہوگا' کسی کی آبرو نہیں لٹے گی' کہیں چوری نہیں ہوگی' کوئی رشوت نہیں لے گا' اگر یہی سب کچھ ہی ہونا ہے تو آزادی کس بلا کا نام ہے

دن تو کسی کی آبرو نہ لٹے۔ کیا کوئی ضمانت دے سکتا ہے کہ چودہ اگست کو کہیں ڈاکہ نہیں ہوگا' کسی کی آبرو نہیں لٹے گی' کہیں چوری نہیں ہوگی' کوئی رشوت نہیں لے گا' اگر یہی سب کچھ ہی ہونا ہے تو آزادی کس بلا کا نام ہے اور جب ہمارے سوچنے پر پابندی ہے' تعلیم ہم اپنی مرضی سے حاصل نہیں کر سکتے' سیاست اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے' عدلیہ میں ہمارا دخل نہیں ہے' قانون انگریز کا ہے اور اس میں جج عیسائی بھی ہو سکتا ہے' ہندو بھی ہو سکتا ہے' یہودی بھی ہو سکتا ہے اور ہماری عدالتوں میں ہیں کہ قانون ہی ایسا ہے' کونسا وہاں انہوں نے قرآن و حدیث سے استدلال کرنا ہے کہ مسلمان چاہیے۔ اس عدالت کو آپ عدالت کیسے کہتے ہیں جس کا منصف مسلمان ہی نہیں ہے۔

میں پچھلے دنوں امریکہ کی ایک عدالت کی کاروائی سن رہا تا یہ جو بل کلنٹن کے خلاف ایک خاتون سے تعلق کے الزام میں شور مچا اس سے پہلے بھی اسکے خلاف ایک سیاسی قسم کا کوئی مقدمہ تھا مجھے اب یاد نہیں اس کی تفصیل کہ اس نے کیا بدیانتی کی تو وہ مقدمہ چل رہا تھا تو جج کے سامنے اس کے وکیل نے یہ کہا کہ جناب ہماری درخواست ہے کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے We want just justice. یہ اس کے الفاظ تھے کہ ہماری خواہش صرف یہ ہے کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے ہمیں کسی رعایت کی' کسی سفارش کی' کسی نرمی کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہمارے ساتھ انصاف تو کیا جائے وہ جج کافر تھا اس نے بڑی خوبصورت بات کی ۔

الحکمۃ ضالۃ المؤمن۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچھی بات جہاں بھی نکلے حقیقت میں مومن کی گم شدہ میراث ہے کسی نے تم سے سیکھی ہوگی تمہارے آباؤ اجداد سے چرائی ہوگی وہ تمہاری گم شدہ دولت ہے ''الحکمۃ ضالۃ المؤمن او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اس کی بات نے مجھے بڑا متاثر کیا وہ کہنے لگا۔

اس نے کہا میں تمہیں انصاف نہیں دے سکتا میں مجبور ہوں قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوں' انصاف دینا نہ دینا قانون کا کام ہے ۔اگر تمہارا ملکی قانون بھی انصاف پر مبنی نہیں ہے تو مجھ سے انصاف کا مطالبہ کیوں کرتے ہو اور اگر تمہیں یہ اطمینان ہے کہ تمہارا قانون عین عدل ہے تو پھر تمہیں خطرہ کس بات کا اب یہ کافر کا تجزیہ ہے کہ میں جج ہوں اور میری بھی حدود ہیں میں پابند ہوں کہ قانون کے مطابق فیصلہ کروں قانون جائزہ لے گا شہادتوں کا' قانون مجھے راستہ دے گا کہ اس مقدمے میں یہ فیصلہ مناسب ہے وہ میں کردوں گا۔اب وہ فیصلہ انصاف ہے یا نہیں اس کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ غیرقانونی نہیں ہوگا قانون کے مطابق ہوگا اسے انصاف بنانا یہ قانون کا کام ہے۔

خدارا انصاف کیجئے کہ اللہ کا قانون جو ہے اس کا کمال یہی ہے کہ وہ انصاف کرے دوسرا کوئی ایسا قانون نہیں جس میں اتنا ہی انصاف جتنا اللہ کے قانون میں ہے اسی لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جن و بشر اکٹھے ہو جاؤ' دنیا کے دانش ور و عالم جمع کرلو اور میرے کلام کے مقابل ایک چھوٹی سی آیت بنا کر لے آؤ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

مکہ مکرمہ میں ایک رواج تھا کہ پائے کے ادیب اور اعلیٰ پائے کے شاعر اپنا کوئی قطعہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

یا اپنے چند شعر یا ایک پیراگراف لکھ کر بیت اللہ پہ لٹکا دیتے جو چیلنج ہوتا تھا دوسرے دانشوروں کے لئے' شعراء کے لئے کہ اس کے مقابلے کا کلام کہہ کر وہاں لٹکائیں اور لوگ انصاف کریں گے کہ واقعی اس کے پائے کا ہے یا ہیچ ماری ہے کیونکہ ہر کوئی جرات نہیں کرتا تھا لٹکانے کی بھی اور ہر کوئی مقابلے کی جرات بھی نہیں کرتا تھا وہاں پر یہ تین چھوٹے چھوٹے جملے لکھ کر لٹکا دیے گئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر

'' انا اعطینک الکوثر☆ فصل لربک وانحر☆ ان شانئک ھو الابتر☆''

چونکہ قرآن نے چیلنج کیا تھا کہ تم سارے مل کر ایک آیت کی مثل چند الفاظ جمع کر کے ایک جملہ بنا دو ان جیسا۔ بہت عرصہ لٹکے رہنے کے بعد کسی عرب دانشور نے جو مسلمان تو نہیں تھا لیکن شاعر تھا دانشور تھا اہل قلم تھا اس نے نیچے لکھ دیا '' ما ھذا کلام البشر '' یہ انسان کا کلام نہیں ہے ۔ مقابلہ انسانوں سے کیا جاتا ہے اسے بے شک لٹکا رہنے دیں اس کے مقابل کوئی کچھ نہیں لکھے گا اس نے نیچے لکھ دیا۔'' ما ھذا کلام البشر '' یہ انسان کی بات نہیں ہے انسان کا کلام نہیں ہے یہی تو کمال ہے اسلام کا اور اسی پر اہل مغرب چلاتے ہیں ۔

ہندوستان کی ڈاکومنٹری سنا رہے تھے برطانیہ والے مغل شہنشاہوں کی کہ کون کہاں پیدا ہوا' کہاں پلا بڑھا' اسکے بھائی کتنے تھے حکومت ملی' آپس میں کس طرح لڑے بیٹھے یہ وہ سارا پچ میں انہوں نے ایک جملہ کہا کہ یہ مسلمان عجیب قوم ہے انکا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ Islam has the monopoly of the truth. کہ سچ پر حقیقت پر حق پر اسلام کی اجارہ داری ہے ۔ مناپلی کہتے ہیں اجارہ داری کو زبردستی کسی چیز کو اپنے سوا کسی دوسرے کے استعمال کے لئے نہ چھوڑنا ' یہ اجارہ داری ہوتی ہے ۔اب کتنا فاصلہ ہے اس حقیقت میں کہ اسلام کہتا ہے جو میں کہتا ہوں یہ حق ہے اور اگر یہ حق نہیں ہے تو ثابت کرو کہ اس کے مقابل میں حق کیا ہے ۔ دنیا کا کوئی دانشور یہ ثابت کر دے کہ یہ حق نہیں ہے اس کے مقابلے میں یہ بات حق ہے تو یہ مناپلی تو نہ ہوئی یہ تو حقیقت ہوئی۔

Islam is the Truth اسلام ایک سچائی ہے The Truth حقیقی سچائی واقعی سچائی جو ہے وہ اسلام ہے اور سچائی ایک ہوتی ہے اگر پچاس خبریں ہیں پچاس باتیں ہیں ایک سچی ہوگی باقی کوئی تھوڑی جھوٹی ہوگی کسی میں زیادہ جھوٹ ہوگا کسی میں کم ہوگا یہ تو ہوسکتا ہے لیکن ویسی ہی دوسری کوئی سچی ہوگی تو وہ اسی کی نقل اسی پر آ کر منطبق ہو جائے گی اگر ایک خبر سچی ہے دوسری بھی سچی ہے تو پھر وہی خبر دوسری بھی ہوگی۔وہ اس سے الگ نہیں ہوگی۔ سچائیاں دو نہیں ہوتیں چار نہیں ہوتیں دس نہیں ہوتیں سچائی ایک ہوتی ہے۔ اب دن ہے ایک بندہ کہتا ہے دن ہے دوسرا کہتا ہے شام ہے تیسرا کہتا ہے جی تہجد کا وقت ہے چوتھا کہتا ہے نہیں دن ہے تو کیا کہیں گے دو خبریں سچی ہیں نہیں جو دن کہہ رہا ہے وہ ایک ہی خبر ہے بندے دو ہیں خبر ایک ہی ہے سچائی ہوتی ہی ایک ہے اللہ حق ہے اور واحد ہے لا شریک ہے اللہ کی کتاب حق ہے بے مثال ہے اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق ہے افضل الخلق ہے اور اللہ کی مخلوق میں بے مثل ہے بے مثال ہے اللہ کے دیے ہوئے سارے ضابطے حق ہیں اور ان کی کوئی دوسری مثال نہیں ہے ۔ اسلام کی سچائی پر مناپلی نہیں اجارہ داری نہیں بلکہ سچائی ہی کا نام اسلام ہے اور اسلام ہی کا ترجمہ سچائی ہے اس کے باہر سچائی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے ۔تو جہاں ہمیں اسلام کو اپنا طرز حیات بنانے کا اختیار نہیں۔ وہاں جشن آزادی کیا منانا؟۔

اب لوگ کہیں گے جی کیوں اختیار نہیں ہم نمازیں پڑھتے ہیں' ہم روزے رکھتے ہیں' ہم اذانیں دیتے ہیں' ہم حج کرتے ہیں' ہم زکواۃ دیتے ہیں' میرے خیال میں دنیا میں اسلام کی سب سے بڑی دشمن اور بدترین ریاست اسرائیل ہے ۔ اسرائیل کے قبضے میں جو مسلمان ہیں کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتے' روزے نہیں رکھتے' وہ حج پہ نہیں جاتے۔ امریکہ میں جو مسلمان ہیں کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتے' برطانیہ میں جو مسلمان ہیں وہ نمازیں نہیں پڑھتے' جاپان میں جو مسلمان ہیں وہ نمازیں نہیں پڑھتے' ہندوستان میں جو مسلمان ہیں وہ ہم سے زیادہ نیک ہیں' نمازیں پڑھنا آزادی نہیں ہے ۔ ہم تو نماز بھی آزادی سے نہیں پڑھ سکتے جبکہ ہندوستان میں بغیر پہرے کے نماز پڑھی جاتی ہے یہاں پہرے کے بغیر نہیں پڑھی جاتی۔ ہم نمازیں کہاں پڑھ سکتے ہیں یہ بھی ہمارا خیال ہے کہ ہم نمازیں پڑھ سکتے ہیں

جب تک وہ بندے بندوق لے کر کھڑے ہوں۔ زندگی میں پہلی بار دیکھا کہ نماز با جماعت ہو رہی ہے اور کچھ بیچارے لوگ اس جماعت کو پانے کے لئے سینکڑوں میلوں سے اپنا گھر چھوڑ کر آئے ہیں اس جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کر سکتے بندوقیں لے کر کھڑے ہیں۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ کبھی کسی نے سوچا تھا کہ وہ کراچی سے چل کر یہاں آئے گا اس لئے کہ اس کا خیال ہے کہ یہاں کی نماز میں برکت ہے یہاں کے ذکر میں برکت ہے اور اس کا شیخ بڑا اچھا ہے اور اس کے ساتھ نماز میں فائدہ ہے شیخ نماز پڑھا رہا ہے جمعہ کی نماز ہے اور وہ بے چارا بندوق لے کر باہر کھڑا ہے۔ اس آزادی کا جشن منایا جائے گا۔

آزادی' آزادی فکر کا نام ہے۔ آزادی' آزادی حیات کا نام ہے۔ ہماری آزادی ہم سے دھوکے سے' عیاری سے چھین لی گئی ہے اور اب تو ہم چاکروں کے غلام ہیں پہلے مالکوں کے غلام تھے اب ان کے غلاموں کے غلام ہیں اور علماء کا یہ فتویٰ کہ یہ سرزمین دارالحرب ہے اور اس کے دلائل ہیں فتاویٰ بھی موجود ہے ساری کتابوں میں اس کے دلائل بھی موجود ہیں آج کا کوئی عالم ان دلائل کو رد کر کے دکھائے اور اگر آج بھی منطبق ہوتا ہے تو آزادی کس بات کی' جشن کس کام کا۔ یہ پاکستان بننے کے بھی کئی سال بعد دیہات میں تو احتیاطی پیش پڑھی جاتی رہی رفتہ رفتہ چھوٹ گئی اب نئی پود کو پتہ نہیں ہوگا پرانے لوگ تو سارے جانتے ہوں گے۔ آزادی ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کے حصول کے لئے بڑی جدوجہد کرنا پڑتی ہے بڑی قربانیاں دینا پڑتی ہیں اور بڑی لڑائیاں لڑنا پڑتی ہیں لیکن جب مل جاتی ہے تو پھر اس کے لئے روز لڑنا پڑتا ہے آزادی میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس کے حصول کے لئے بھرپور کوشش کرنا پڑتی ہے۔ آپ دولت چاہتے ہیں آپ نے بھرپور کوشش کی مل گئی آپ اسے انجوائے کرتے ہیں۔ آپ عہدہ چاہتے ہیں آپ نے محنت کی مل گیا آپ اسے انجوائے کرتے ہیں لیکن آزادی ایک عجیب بات ہے۔ آپ نے محنت کی آپ کو مل گئی اب اس کو قائم رکھنے کے لئے روز لڑنا پڑتا ہے۔ اپنے آپ سے افکار سے' حالات سے کہ کہیں پھر آزادی نہ کھو بیٹھیں۔ آزادی کی حفاظت کے لئے ہر طلوع ہونے والا سورج جدوجہد کا پیغام لے کر آتا ہے اور جو نہیں کر سکتے وہ آزاد نہیں رہتے۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔

آزادی' آزادی فکر کا نام ہے۔ آزادی' آزادی حیات کا نام ہے۔ ہماری آزادی ہم سے دھوکے سے' عیاری سے چھین لی گئی ہے

اور جب سلیوری سسٹم تھا غلامی کا زمانہ تھا تو جنہیں غلام رکھا جاتا تھا ان کے کھانے پینے کپڑے کی ان کے سونے جاگنے کی فکر مالک کو ہوتی تھی۔ کام تو اس سے رات دن لیتا تھا لیکن اس کے زندہ رکھنے کی فکر اسے ہوتی تھی۔ اب اس نئے زمانے میں غلامی کے انداز بھی بدل گئے ہیں کہ غلام کام تو آقا کے لئے کرے اور اپنی حیات کی فکر بھی خود کرے یہ جدید دور کی غلامی ہے آپ نے دیکھا دیہات میں یا جھونپڑیوں پر یا خانہ بدوشوں کے پاس عام قسم کے گدھے ہوتے ہیں کچھ گدھے بھی خوش نصیب ہوتے ہیں کہ وہ دانہ کھاتے ہیں' کچھ ان کے دوسرے درجے پر ہوتے ہیں جنہیں چارہ اور سوکھی گھاس تو مل جاتی ہے' ایک تیسرے درجے کے گدھے ہوتے ہیں ان پر وہ سارا دن بھٹے پر مٹی ڈھوئیں گے' تیسرے درجے والوں پر خانہ بدوش جھگیاں لاد کر چلیں گے زمیندار کھاد ڈھوتا رہے گا سارا دن اس پر اور جب کام ختم ہوگا تو اس پر سے اس کا پالان وغیرہ اتار کر اسے ڈنڈا مار دے گا کہ جاؤ اپنا پیٹ بھرو۔ وہ بے چارا کسی روڑی کے ڈھیر پہ کھڑا ہے یا کسی گلی سے گھاس کھا رہا ہے' کہیں سے اپنا پیٹ بھر کر خود آئے گا' صبح اس کی پشت پر پھر پالان بھی ہوگا اور مالک کا ڈنڈا بھی اور بوجھ بھی سر پر ہوگا۔ ہم بھی ضرور جشن منائیں کہ ہم بھی تیسرے درجے کے انسان بن گئے۔ میں گدھے تو نہیں کہوں گا لیکن اگر ہم انسان ہیں تو پھر ان تیسرے درجے والوں کی طرح تیسرے درجے کے انسان ہیں' اسی لئے ہمیں تھرڈ ورلڈ کہا جاتا ہے۔ تھرڈ ورلڈ کے پیچھے فلاسفی یہی ہے کہ کام کرو رات دن کرو رات دن کرو ہماری مرضی کے مطابق کرو۔

میں آج اپنے ایک محترم وزیر کا بیان پڑھ رہا تھا کہ پاکستان کی پچھلی حکومتوں نے

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسی ارب ڈالر سرمایہ ملک سے باہر منتقل کیا ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ حکمرانوں کو پتہ ہی نہیں وہ تو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہمیں تو اتنا پتہ نہیں تھا ہم نے تو بڑے ساتھ سنے تھے تو آج کا بیان ہمارے اصغر صاحب کا ہے کہ اسی ارب ڈالر اور جس قرضے پہ چودہ کروڑ لوگ سود دے رہے ہیں وہ بتیس ارب ڈالر ہے۔ اب بتیس اور اسی کا فرق بتیس یعنی بتیس وہ بھی لے گئے اور اڑتالیس ارب ڈالر مزید لوٹ کر یعنی بتیس سے ڈیڑھ گنا مزید لوٹ کر ساتھ لے گئے تو ظالموں تم ہم پر کیوں ٹیکس لگا رہے ہو اسی ارب ڈالر لے آؤ جن کے پاس اسی ارب ڈالر سرمایہ پڑا ہے۔ بتیس اڑتیس ارب ڈالر جو قرضہ ہے انہی کا ہے تو انہیں کہیں وہیں ایڈجسٹ کر لیں تم کس بات کی فکر میں لگے ہو۔ تم کیوں ہم پر روز ٹیکس بڑھاتے جا رہے ہو۔ یہ اس لئے کہ ہم تیسرے درجے کے انسان ہیں۔ اور مسلمان کبھی تیسرے درجے کا مسلمان یا شہری نہیں ہوا کرتا۔

مسلمان اللہ کا غلام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اللہ کا اطاعت شعار ہوتا ہے اور مسلمان انسانی رشتوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے اور غیر مسلم کو بھی برابر کے انسانی حقوق عطا کرتا ہے۔ اسلام انسانی حقوق کے معاملے میں ان کو بھی برابر رکھتا ہے جو اس کو نہیں مانتے۔ اب جب یہ بات جشن پہ چلی جاتی ہے تو وہ ایک آزادانہ میلہ بن جاتا ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے بہت سی ڈیویلپمنٹس ہوئیں۔ بہت سی عبادتیں ہم کرتے ہیں ان کی سند نہیں ہوتی کہ وہ قبول ہوتی ہیں یا نہیں ایک عبادت ایسی ہے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے اور وہ ہے درود شریف۔ صلوٰۃ وسلام ایسی عبادت ہے جو قبول ہی قبول ہے اس لئے کہ "ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی" اللہ رحمت بھیجتا ہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتے نزول رحمت کی آرزو کرتے ہیں نبی علیہ السلام پر تم بھی نزول رحمت اور سلامتی کی آرزو کیا کرو "صلوا علیہ وسلموا تسلیما" اس طرح درود پڑھو کہ پڑھنے کا حق ادا ہو جائے مزا آ جائے مانگنے کا لطف آ جائے۔ اور ہمارے مانگنے سے وہاں رحمت نازل ہوتی ہے وہ تو سراپا رحمت ہیں وہ تو اللہ نے ہمیں بخشش کا بہانہ دے دیا کہ تم اے نالائقو! تمہاری کوئی بات بھی سیدھی نہ ہو تو ایک چھوٹی سی بات تمہیں ایسی بتا دیتا ہوں جو ساری برائیوں کو دھونے کے لئے کافی ہے صحابہ کرام سے کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا وقت وظائف پہ لگاتا ہوں تسبیحات پہ لگاتا ہوں اس میں تین حصے فلاں تسبیح پڑھتا ہوں فلاں فلاں اور اس وقت کا چوتھا حصہ درود شریف پڑھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور زیادہ کرو تو اچھی بات ہے اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھا وقت درود پڑھا کروں آدھا وقت باقی تسبیحات' فرمایا چاہو تو اور بڑھا لو۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین حصے وقت کے درود شریف پڑھا کروں اور باقی تسبیحات ایک چوتھائی کر لوں فرمایا اور چاہو تو اور بڑھا لو۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سارا وقت درود ہی پڑھتا رہوں فرمایا اگر ایسا کرو گے تو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کے فائدے پالو گے صحیح حدیث میں یہ حکم موجود ہے کوئی بندہ ضرور ہے کہ متوجہ الی اللہ ہو جب صلوٰۃ وسلام اور درود پڑھتا ہے تو یہ وہ کام ہے جو عنداللہ پہلے سے مقبول ہے۔ جس طرح مچھلی کو تیرنی نہیں سکھانی پڑتی آپ نے پانی سے پکڑی اور ڈال دی اسی طرح اس میں کوئی تکلف نہیں ہے اور مجھ سے جو کوئی زبانی وظیفہ پوچھے میں درود شریف ہی کہا کرتا ہوں اس لئے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ دنیا و آخرت کی ہر پریشانی کا حل ہے درود شریف۔

لیکن ہم نے درود شریف سے لے کر میلاد بنایا کوئی روز روز درود شریف پڑھتا رہے پورا سال میں ایک دن دیگیں شیلیں پکائیں کھائیں یا میلاد منا لیا اور سال کے لئے فارغ ہو گئے اس کا ایک اہتمام تھا اس میں ایک احترام تھا اس کا ایک سنجیدہ سا ماحول ہوتا تھا تلاوت ہوتی تھی فضائل اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات پہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر یہ بات ہوتی تھی سننے والے مؤدب ہو کر مساجد میں بیٹھ کر سنتے تھے جب اس سے بات بڑھی تو وہ جلسہ بن گئی جلسہ میلاد ہو رہا ہے تو مساجد سے نکل کر گراونڈوں میں کھلی جگہوں میں چلا گیا پھر پلید ناپاک نیک بدکار بغیر وضو سب خلط ملط ہو گئے۔ جوتے پہنے ہوئے ہیں کوئی سگریٹ کا کش لگا رہا ہے کوئی آپس میں بات کر رہا ہے ادھر فضائل و برکات بیان ہو رہی ہیں تو ایک عجیب سا تماشہ ایک جلسہ ہو گیا۔ اب اس سے کوئی کیا کہے

بھرا اب جشن میلاد بن گیا ہر غیر شرعی کام اس میں روا ہو گیا۔ عورتیں مرد خلط ملط ہیں' بچوں نے عورتوں کا لباس پہنا ہوا ہے۔ عورتوں نے مردوں کا پہنا ہوا ہے' کوئی عربی بنا ہوا ہے' کوئی جاپانی بنا ہے' کوئی اونٹ پہ سوار ہے' کوئی ٹریکٹر پہ سوار ہے' کیا ہے جی؟ یہ جشن میلاد ہے یعنی عیاشی کے لئے اور ساری حدود و قیود کو توڑنے کے لئے ایک لفظ کا اضافہ کر دیا گیا کوئی شریف آدمی بتائے کہ اس جشن میں کوئی سنجیدگی' کوئی قناعت' کوئی ادب و احترام' کوئی بات ہوتی ہے؟ نہیں ہوتی' تو کیا یہی حق تھا نبی علیہ والسلام کا نام نامی لینے کا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے بیان کا یہی مقام ہے۔

آزادی بھی ایک بہت بڑا سنجیدہ انعام ہے رب کریم کا۔ چار لوگوں نے اس کے ساتھ بھی جشن لگالیا اور شیخ رشید صاحب کا بیان ہے کہ حکومت باہر اجازت نہیں دے گی تو ہم لال حویلی میں جشن آزادی منائیں گے اور یہ مسلم لیگ کے وہ کرتا دھرتا ہیں جو دعائیں مانگ رہے ہیں کہ یااللہ اس نواز شریف کو لٹکا بھی سہی کہیں ہماری باری بھی آئے۔ یعنی سیاست دوراں میں یہ بڑا کمال ہے کہ جنہیں پال پال کر یتیموں سے وزیر بنایا۔ ایک مزاحیہ پروگرام کسی پرانے زمانے میں چلا تھا 60ء میں تورات کو اس کا ایک پہرہ دہرا رہے تھے تعلیم بالغاں کا سکول بنا کر۔ وہ درخواست لکھتا ہے وزیر تعلیم کو اور پڑھتے وقت کہتا ہے زیر تعلیم وہ کہتا ہے ارے بے وقوف زیر تعلیم نہیں وزیر تعلیم۔ وہ کہتا ہے سمجھ نہیں آئی وزیر تعلیم' یا ہوتا ہے؟ اس نے کہا ووٹ جانتے ہو ووٹ ہاں جانتا ہوں اس میں واؤ ہوتی ہے نا جی ہوتی ہے زیر تعلیم کے ساتھ وہ واؤ لگا دو وزیر تعلیم ہو جاتا ہے۔ تو آتا جاتا ہو یا نہ ہو پہلے زیر تعلیم ہوتا ہے ووٹ کی واؤ ساتھ مل گئی وزیر تعلیم بن گیا تو۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

عبدالرب نشتر نے ایک شعر کہا تھا وہ اچھے شعر بھی کہا کرتے تھے اللہ مغفرت فرمائے کہ سیاست کی نیرنگیاں بھی عجیب ہیں جو اس وقت مخالفت کرتے تھے آزادی کی آج وہ اقتدار میں ہیں اور ہم جنہوں نے جانیں لڑائیں ہمارے خلاف تحقیقات ہو رہی ہیں کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اب یہ بھیک منگے اور گداگر قسم کے جو لوگ تھے جن کے آباؤ و اجداد کل پنڈی کی سڑکوں پر امرود بیچا کرتے تھے ٹوکری میں رکھ کر آج وہ ملک کے کرتا دھرتا ہیں اور اسی نواز شریف نے بنایا اور اسی کی موت پر وہ حکمران بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں کہ اس کی لاش کی سیڑھی بنے تو ہم بھی اوپر پہنچ جائیں۔ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یہ اللہ کا نظام ہے آج تم اس کی میت کی سیڑھی ڈھونڈ رہے ہو کل کوئی تمہاری میت کو سیڑھی بنانے کا طالب بھی پیدا ہو جائے گا۔ بہرحال یہ مسلم لیگ کا اندرونی معاملہ ہے۔ ہمارے لئے تو پیپلز پارٹی' مسلم لیگ' کافر لیگ' شیخ لیگ' سیٹھ لیگ' سب برابر ہیں۔ ہمارا مسلک تو اسلام ہے سیدھا سیدھا جس میں نہ کوئی لیگ ہے نہ کوئی پارٹی ہے یہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون ہے اور انشاء اللہ العزیز آخری دم تک اس کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے۔ نتائج مرتب کرنا میرے مالک کا کام ہے نتائج کیا ہوں گے یہ اس کو پتہ ہے اور مومن کسی نتیجے کے لئے نہیں لڑتا' مومن رضائے الٰہی کے لئے لڑتا ہے۔

لیکن میں یہ بات باور کرانا چاہتا ہوں کہ ہم آزاد نہیں ہیں' ہمیں جشن آزادی زیب نہیں دیتا بلکہ ہمیں ابھی حصول آزادی کی جدوجہد کرنا ہے۔ جہاں ہم اپنے عقیدے کے مطابق اپنے معاشی معاملات' اپنے عدالتی معاملات' اپنے سیاسی معاملات' اپنے تعلیمی معاملات' اپنا مستقبل' اپنا حال قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھال سکیں۔ جہاں ہر ایک کیلئے سلامتی ہو' ہر ایک کے لئے امن ہو' ہر ایک کو انسانی حقوق ملیں' ہر ایک کے لئے عبادت کی آزادی ہو' رزق حلال میسر ہو' عزت و آبرو کا جان و مال کا تحفظ میسر ہو۔ ہمیں وہ سلامتی وہ اسلام چاہیے اور وہ ہماری خواہش و آرزو سے اور نری دعاؤں سے نہیں ملے گا۔ جن لوگوں نے صرف گوشہ نشینی اور دعاؤں پہ تکیہ رکھا ہے انہیں میں یہ بتا دوں کہ دعا کا سلیقہ یہ ہے کہ۔

غزوہ بدر تاریخ انسانی میں انقلاب ہے اور میں ایمان سے اپنے عقیدے سے صرف اس ایک واقعہ کو انقلاب قرار دیتا ہوں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بپا کر دیا۔

انقلاب حکومتوں کی تبدیلی کو میں نہیں مانتا سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کو۔ میں انقلاب مانتا ہوں جہاں انسانوں کے ضمیر بدل جائیں' سوچیں بدل جائیں' کردار بدل جائے۔ حقیقی انقلاب وہ ہوتا ہے اور وہ انقلاب پیدا کیا آقائے صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اس کی بنیادی اینٹ ہے غزوہ بدر' مکے کے ہزار سے زیادہ ٹرینڈ جانباز اور منتخب لڑاکے شہسوار وافر راشن' وافر اسلحہ' وافر سواری' تمام اسباب جنگ کے ساتھ بدر میں خیمہ زن ہیں اور دوسری طرف اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ساتھ تین سو تیرہ جن میں کچھ بوڑھے کچھ بچے کچھ پاؤں سے ننگے کچھ سر سے ننگے کسی کے تن پر دو چادریں بعض کے جس پر ایک چادر کل چھ زریں دو گھوڑے آٹھ تلواریں ہیں' یہ اسلحہ ہے اور کچھ تیر کمانیں ہیں اور راشن اتنا ہے کہ آخری راشن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرما رہے ہیں اور پانچ پانچ کھجوریں ایک ایک جانباز کو مل رہی ہیں جس نے سارا دن جنگ لڑنا ہے اور کمال یہ ہے کہ مکے کے ستر چیدہ چیدہ کافر مارے گئے ستر قید بھی ہو گئے بڑے بڑے جواں مرد اور بڑے بڑے پہلوان۔ اب اس کا جنگی تجزیہ کرتے رہیں۔ ہر تدبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے اعلیٰ ہر طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اعلیٰ۔ لیکن بات بنتی نظر نہیں آتی جب تک ہم عریش بدر کو دیکھنے کی سعادت نہیں پاتے۔ عریش بدر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ایک جھونپڑی سروٹ کاٹ کر بنا دی گئی۔ عریش کے معنی جھگی ہوتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے کمان کر رہے تھے۔ لشکر کی کمان پوسٹ تھی۔ لشکر کو صف آرا کر دیا۔ جانباز ایسے عجیب تھے ایک سپاہی کو پانچ کھجوریں ملیں اس نے ہاتھ پر رکھ کر دیکھیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آج مارا گیا تو جنت چلا جاؤں گا فرمایا بے شک اس نے کھجوریں پھینک دیں اس نے کہا پھر وہیں جا کر کھائیں گے یعنی پانچ کھجوروں سے اب کیا ہوگا میرا وہاں جا کر تسلی سے کھائیں گے مختلف میوے ہوں گے اس نے وہ پانچ بھی پھینک دیں میں وہیں جا کر کھا لوں گا۔

نبی رحمتؐ نے دعا کے لئے دست مبارک اٹھا دیئے کہ اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دیکھو آج لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ مسلمان بھی تھے کہ نہیں جن کو اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہا ہے اے اللہ آج میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں یعنی تین سو تیرہ بندے نہیں ہیں نظریہ اسلام ہے۔ ارے فرد کا نظریے میں ڈھل جانا اور اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اللہ میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں اگر یہ لوگ یہاں کھیت رہے۔ "فلن تعبدا ابدا"۔ قیامت تک لوگوں کی پیشانیاں تیرے سجدوں سے محروم ہو جائیں گی۔ جب ہم نتیجے پر پہنچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عریش بدر کی دعا کا نتیجہ تھا اللہ نے فرمایا فرشتوں کو یہ بڑی بڑی باتیں کرتے تھے تم دیکھو ان کو جو نہتے خالی پیٹ خالی تن بغیر اسلحے کے لشکر جرار کے سامنے سینہ سپر ہیں میری رضا کے لئے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں پہ جان کٹانے کے لئے' جاؤ آج آسمانوں کی بجائے زمینوں پہ جاؤ اور ان کی طرف سے لڑو تمہیں پتہ چلے کہ میں نے کیسے انسان پیدا کیے اور انسان کیا ہوتا ہے۔ یہی ہوا نا اور اس کا اصل سبب تو دعا ہے آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جب دعا ہی سے سارا کام ہونا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں دست مبارک اٹھا دیتے تو کام ہو نہ جاتا لیکن دعا کا سلیقہ سکھایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو تمہارے بس میں ہے وہ کر گزرو۔ ڈیڑھ سو کلو میٹر سفر کرو بدر میں پہنچو روزہ قضا کرو جو ٹوٹا پھوٹا اسلحہ ہے لے آؤ اپنی جان حاضر کر کے اب موقع ہے دعا کا اب دعا کرو کہ خدایا مدد کر۔

محمود غزنوی نے سترہ حملے کئے ہندوستان پر اس کا ٹارگٹ تھا سومنات کا بت وہ گجرات کاٹھیاواڑ جو لب سمندر ہے وہاں سومنات کا مندر تھا کہاں غزنی ہے اور کہاں سومنات ہے سترھویں حملے میں وہاں پہنچ سکا سولہ دفعہ ناکام جاتا رہا کسی حملے میں میدان جنگ میں اس کی دعا نظر نہیں آتی وہاں جب پہنچا تو ہندوستان کے سارے ہندو راجے مہاراجے اکٹھے ہو گئے اس بت کی حفاظت کے لئے تب سلطان نے زمین پر سر رکھ کر اللہ کو پکارا کہ اللہ میں نے سترہ حملے کیے جان لڑا دی بندے شہید کرائے غزنی سے گجرات کاٹھیاواڑ تک کا راستہ صاف کیا اب تیری عطا سے میں یہاں پہنچا ہوں اب مجھے یہاں سے نامراد نہ لوٹانا۔ پورے ہندوستان کے لشکر تھے اللہ نے ایسی مدد کی کہ سب کو شکست ہوئی اور سلطان اس بت کو توڑ کر لے گیا اور غزنی کی مسجد کی

سیڑھیاں دروازے کے نیچے اس کو توڑ کر اس کے پتھروں کی سیڑھیاں بنا دیں کہ جسے تم خدا سمجھتے تھے اس پر سے گزر کر لوگ اللہ کو سجدے کیا کرتے ہیں اب وہ غزنی میں دعا کرتا کہ اللہ مجھے سومنات پر فتح دے دے تو وہ مسنون طریقہ نہ ہوتا۔ جو اس نے اختیار کیا۔

صلاح الدین ایوبی ساری عمر لڑتا رہا جب بیت المقدس کے دروازے پر پہنچا تو ہاتھ اٹھا دیئے کہ اللہ یہاں تک پہنچنا میرے ذمے تھا اسے آزاد کرنا یہ تیری بارگاہ کا کام ہے۔

اسے دعا کہو! دعا مانگو میدان میں نکل کر اپنا نام نہ لکھو کر مشورے نہ دو اپنی جان پیش کر کے دعا مانگو دین برحق کے غلبے کے لئے انصاف کے قیام کے لئے حقوق انسانی کی بحالی کے لئے غریب کو بھی زندگی میں سے حصہ دینے کے لئے غریبوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے غریبوں کے علاج معالجے کے لئے ان کے اسلامی اور انسانی حقوق کی بحالی کے لئے میدان میں اترو اور پھر دعا مانگو وہ فرشتے آج بھی بھیج دے گا وہ قادر ہے وہ حی و قیوم ہے اور آج بھی اسی دین کے لئے اور اسی نبی علیہ السلام کی عظمت پر فرشتے اتریں گے جس پر کل اترے تھے اسی پر آج بھی اتر سکتے ہیں نبی علیہ السلام بھی وہی ہے کتاب بھی وہی ہے دین بھی وہی ہے ہم بدل گئے ہیں اگر ہم ٹھیک ہو جائیں تو فرشتے آج بھی اتر جائیں گے۔

امریکہ فرانس برطانیہ ہندوستان اور مغربی طاقتیں' ساری احمد شاہ مسعود کے ساتھ ہیں بعض مسلمان ریاستیں بھی ہیں جن کا میں نام نہیں لیتا' اسلحہ بھی دے رہی ہیں افرادی قوت بھی دے رہی ہیں' ماڈرن ٹیکنالوجی بھی دے رہی ہیں لیکن الحمدللہ جیت وہ رہے ہیں جن کے ساتھ اللہ ہے ساری دنیاوی طاقتیں ایک طرف ہیں روز دھمکیاں بھی ملتی ہیں' پابندیاں بھی لگتی ہیں یہ کر دیں گے امریکہ بہادر نے کہا کہ احمد شاہ مسعود نے ہمیں درخواست کی ہے کہ امریکی فوجیں بھیجو اور اللہ کے درویشوں نے کہا کہ اللہ تجھے یہاں لائے تجھ سے بھی نپٹ لیں گے۔ بات ہوئی نا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ وہاں لڑکیوں کے سکول نہیں ہیں' وہاں بنک نہیں ہیں' وہاں یہ نہیں وہاں وہ نہیں ہے۔ معترض یہ نہیں دیکھتے کہ جنگ میں پیدا ہوئے اور ابھی تک جنگ میں ہیں ماہرین ان کے پاس نہیں ہے فرصت ان کے پاس نہیں ہے بجٹ ان کے پاس نہیں ہے او ظالمو! یہ تو دیکھو کہ کتنی جانفشانی سے پیاز کے ساتھ سوکھی روٹی کھا کر لڑ رہے ہیں سپاہیوں کے لئے وردی نہیں ہے اسلحہ آج تک خرید نہیں سکے دشمن سے چھین کر لڑتے ہیں اس کے باوجود وہ مثالی امن ہے جو امریکہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا۔ جان مال آبرو وہ محفوظ ہے جو کسی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کے کسی شہری کو نصیب نہیں۔ اللہ انہیں فتح دے گا اور وہ ہر ادارہ تعمیر کریں گے انشاء اللہ العزیز اور سلطنت اسلامیہ بنے گی لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ فرشتوں کو بھی انہوں نے زمین پر بلا لیا ہے۔ وہ پاگل سہی' بے وقوف سہی' ان کے لباس پھٹے ہوئے ہیں' وہ روکھی سوکھی کھاتے ہیں' لیکن وہ اذانیں کہہ رہے ہیں۔ ہر مورچے پر ہر وادی میں ہر بلندی پر ہر پستی میں اور فیصلہ جب آتا ہے تو کتاب اللہ کے مطابق کرتے ہیں۔ ان کے قانون کی کتاب ہے اللہ کا قرآن ان کا آئین و دستور ہے اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ اور کیا یہ عجیب بات نہیں کہ دنیا کی ساری بڑی طاقتیں ایک طرف ہوں اس کے باوجود اللہ انہیں کامیابیاں دیئے جا رہا ہے اور انشاء اللہ انہیں کامیاب کرے گا لیکن یہ ان کا مسئلہ ہے اور میں ان کی جانبازی کی داد دیتا ہوں۔ میں کشمیریوں کی جانبازی کی داد دیتا ہوں جو اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں ان لوگوں کو بھی داد دیتا ہوں جو یہاں سے جا کر کشمیر میں جانیں دیتے ہیں کابل میں دیتے ہیں لیکن یار کبھی کوئی جان یہاں کے لئے بھی دے دو۔

یہاں بھی بڑی جنگ ہے' یہاں بھی بڑی عزتیں لٹ رہی ہیں' یہاں بھی بڑی ناموسیں پامال ہو رہی ہیں' یہاں بھی بڑی جانیں ضائع ہو رہی ہیں' یہاں بھی ہر راستے پہ چور بیٹھا ہے ہر گھر کے باہر ایک ڈاکو بیٹھا ہے' یہاں بھی کسی کو سکون کا ایک لمحہ میسر نہیں ہے یہاں کے لئے بھی کچھ جانیں تیار کرو جانیں ہی جانوں کی دوا ہوتی ہیں۔

اللہ کریم ہماری قوم کو آزادی کا شعور دے اور اس کی قدر و قیمت سے آگاہ کرے اور اسے قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آزادی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا نام ہے اس سے باہر آزادی کا کوئی تصور نہیں۔

واخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

اپنی مدد آپ

یہ چھوٹا سا فقیر الاخوان کے ساتھ منسلک ہو کر اتنا مضبوط ہو گیا ہے کہ اس کی بات اے سی، ڈی سی، کمشنر، گورنر اور چیف ایگزیکٹو کو بھی سننا پڑے گی

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 15/5/2000

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدۃ ۲)

صدر الاخوان، ممبران الاخوان معزز حاضرین السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں ایک نیک مقصد کے لئے یہاں جمع ہونے کی توفیق بخشی اور تشریف لانے والے تمام بزرگوں تمام بھائیوں تمام عزیزوں کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ وہ اپنا قیمتی وقت لے کر چند گزارشات سننے کے لئے یہاں تشریف لائے ہیں اللہ آپ کا آنا بیٹھنا قبول فرمائے۔ آمین

میری عمر کے پچاس سال تبلیغ پہ صرف ہو چکے ہیں اور مجھ پہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ سوائے اسرائیل کے دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جس میں میں نے بات نہ کی ہو جہاں میں نہ گیا ہوں۔ قوموں کی زندگی کا الگ اسلوب ہوتا ہے، قوموں کی زندگی دولت سے نہیں، اقتدار سے نہیں، قومی شعور سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر قومی شعور زندہ نہ کیا جائے، قوم میں اگر اپنے وجود کا احساس نہ ہو وہ اپنے آپ کو زندہ نہ رکھنا چاہے تو بڑی بڑی نامور قومیں غلامی کے قعر مذلت میں گر جاتی ہیں۔ وقت بدلتا رہتا ہے۔ میں برطانیہ کے اسمبلی ہال کے سامنے کھڑا تھا، میں کافی دیر وہاں کھڑا رہا مجھ سے دوستوں نے پوچھا کہ آپ کیا دیکھ رہے ہیں اس عمارت میں۔ میں نے کہا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس عمارت میں وہ کون لوگ تھے جنہوں نے اتنی بڑی ایمپائر Creat کردی جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور آج اس میں کون لوگ بیٹھے ہیں کہ جن سے شاید برطانیہ بھی کنٹرول نہیں ہوتا، آئرلینڈ والے جن کی بات سننے پہ تیار نہیں یعنی قومی قیادت میں جب زوال آتا ہے تو وہی برطانوی پارلیمنٹ تھی جو دنیا کی مختلف قوموں کی قسمت کے فیصلے کیا کرتی تھی آج وہی برطانوی پارلیمنٹ ہے جس کے اپنے ملک میں اس کی بات کوئی نہیں سنتا۔

برصغیر پر جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو دنیا کی سیاست کے فیصلے یہاں ہوتے تھے

اسی برصغیر پہ جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو دنیا کی سیاست کے فیصلے یہاں ہوتے تھے یہ ملک ولایت کہلاتا تھا اور مغرب سے لوگ رزق کی تلاش میں یہاں آتے تھے جب زوال آیا قیادت میں تو نتیجہ یہ ہوا کہ پوری قوم غلام ہوئی اور ابھی تک آج اس دن تک ہم غلام ہیں۔ یہ سوچنا کہ پاکستان بن گیا ہم آزاد ہو گئے یہ ایک خوبصورت دھوکا ہے۔ ہم بالکل اسی طرح آزاد ہیں جس طرح کسی پرندے کو پال کر کسی طوطے کو سدھا کر چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ اڑ نہیں سکتا کہیں جا نہیں سکتا۔ پنجرے کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے لیکن وہی بولی بولتا ہے جو اسے سکھائی جاتی ہے اور اس بندے کے گرد رہتا ہے جس نے اسے قید کیا تھا۔ آج بھی ہماری ذاتی کوئی رائے نہیں ہے۔ بحیثیت قوم کے آج بھی ہمارے لئے اغیار سوچتے ہیں آج بھی ہمارے قومی فیصلے اغیار کرتے ہیں اور

عجیب بات ہے ایک عام آدمی بھی یہ کہتا ہے کہ جی فلاں کو امریکہ نے اقتدار سے ہٹا دیا فلاں کو حکومت امریکہ نے دلوا دی۔ ملک آپ کا، لوگ آپ کے، قوم آپ کی، حکومت دینے والا امریکہ کون ہوتا ہے یہ تب تک ہوتا رہے گا جب تک ہمارا اپنا قومی شعور بیدار نہیں ہوجاتا ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ انگریز نے کچھ لوگوں کو نوازا ان لوگوں کو جو قوم کو غلام رکھنے میں انگریز کی مدد کرتے تھے ملک آزاد ہونے کے بعد بھی ملک انہی کی گود میں چلا گیا اور ہم لوگوں نے یہ احساس ہی نہ کیا کہ انہی سے تو ہمیں آزادی چاہئے تھی جن کے پنجے میں ہم جارہے ہیں۔ چنانچہ ہمارا ملک ریموٹ کنٹرول ہوگیا۔ پہلے وہ یہاں آکر بات کرتے تھے اب وہاں سے بٹن دباتے ہیں یہاں ہر چیز کے فیصلے ہوتے رہتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی دیکھئے میں کسی کی ذاتی مخالفت کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ لوگوں میں خامیاں بھی ہوتی ہیں خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ انسان کو بحیثیت انسان ہی لینا چاہئے نہ میں فرشتہ ہوں نہ کوئی دوسرا اس میں خامی بھی ہوتی ہے اس میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں لیکن دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ جنہیں قیادت و سیادت نصیب ہوتی ہے انہیں ایک حد تک اپنی خامیوں پر قابو پانا چاہئے اور اپنی خوبیوں کو آگے لانا چاہئے۔ قیادت کا مطلب قربانی ہوتا ہے ایثار ہوتا ہے دوسروں کے لئے زندہ رہنا ہوتا ہے اگر اپنے لئے زندہ رہنا ہو تو یہ کام ہر فرد کرتا ہے اس کے لئے کسی قیادت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری بدنصیبی دیکھئے کہ ہمارا جو وزیراعظم اقتدار سے جاتا ہے جیل میں جاتا ہے کیسا عجیب ملک ہے کہ جس میں کسی شریف آدمی کو اقتدار نہیں ملتا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو کرسی سے اٹھے اور وہ دامن جھاڑ کر اٹھ جائے اور اس کا دامن صاف ہو۔ یہ ہماری قومی بدقسمتی ہے۔ ہمارے ہاں کسی بندے کو نمبردار بنا دیا گیا۔ گاؤں میں اور ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جو انگریز کے زمانے میں نمبردار تھے ابھی ان کے بیٹے نمبردار آرہے ہیں اور لوگ انہیں برداشت کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے ان میں اہلیت ہے نمبرداری کی، نہ ہوتی تو لوگ برداشت نہ کرتے۔ ہم کیسے لوگوں کو قیادت دیتے ہیں جنہیں وزیراعظم بنایا جائے تو اپنے پانچ سال پورے نہیں کرسکتے یہ کیسی عجیب بات ہے فوج آگئی لوگوں نے بغاوت کردی ہمارے خلاف سازش ہوگئی۔ یہ فریاد کرنا تو انتہائی کم فہمی ہے اگر سازشیں حکمرانوں کے خلاف نہیں ہوں گی تو کس کے خلاف ہوں گی ہر حکمران کے خلاف سازش ہوتی ہے اور حکمران وہ ہوتا ہے جو سازشوں پر قابو پاکر قوموں کی تعمیر کرتا ہے جو الف ب ج ہر ایک کی سازش کا شکار ہوجاتا ہے وہ حکومت کے اہل نہیں ہوتا اب یہ کہنا کہ جی سازش ہوئی سازش تو ہر حکومت کے خلاف ہوتی ہے سازشیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی ہوئیں۔ کیا آپ کو عبداللہ بن ابی نظر نہیں آتا کیا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں نہیں ہوئیں۔ حکومت کے خلاف سازش کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ سازشیوں کا پایا جانا ایک فطری امر ہے۔ لوگوں نے چار چار سو سال حکومت کی کیا ان کے خلاف سازشیں نہیں ہوتی تھیں؟

قیادت کو ہمیشہ دوسروں کے لئے زندہ رہنا ہوتا ہے اگر صرف اپنے لئے ہی زندہ رہنا ہو تو یہ کام ہر فرد کرتا ہے

ہوتی تھیں! وہ سازشوں پر قابو پاتے تھے انہیں اس کی اہلیت ہوتی تھی استعداد ہوتی تھی یہ سارا کچھ تماشا ہمارے ساتھ تب ہوتا ہے کہ ہمارا قومی شعور زندہ نہیں ہے، ہم میں اجتماعیت نہیں ہے، ہم ایک دوسرے کی بھلائی نہیں سوچتے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آدمی مجھے کچھ دے دے گا اور وہ کسی کو بھی کچھ نہیں دیتا۔

اگلے دن سردار فاروق احمد لغاری یہاں تشریف لائے ہوئے تھے مجھے تو کسی نے بتانے کا تکلف ہی گوارا نہیں کیا۔ محترم ہیں اور میرے بڑے پرانے اور اچھے دوست ہیں۔ نیک آدمی ہیں، فرائض کے علاوہ تہجد بھی پڑھتے

پورے خلوص کے ساتھ نیکی کے کاموں میں تعاون کریں اور برائی کو اپنی طاقت کے مطابق روکیں

ہیں۔ نماز روزے تہجد کا حساب وہ اللہ کو دیں گے۔ ہم اپنی خود پڑھتے ہیں وہ ہماری نہیں پڑھتے وہ ہر ایک پر اپنی فرض ہے۔ جہاں تک قومی امور اور معاملات کا تعلق ہے تو سردار صاحب وہ آدمی ہیں جس کے سپرد اللہ نے پورا پاکستان کردیا تھا اور اللہ نے انہیں ایسا موقع دیا تھا کہ فوجی قیادت نے انہیں کہا کہ احتساب کیجئے، سیاست دانوں نے کہا احتساب کیجئے، علماء نے کہا احتساب کیجئے، لیکن یہ جراءت نہ کرسکے، آج کہتے ہیں ہونا چاہئے۔ میں نے ونہار کے لئے وقت مانگا اور انہوں نے وقت دیا ٹائم دیا سیکورٹی چیک اپ ہوا ان کے استقبال کے لئے اہتمام کیا گیا سپاس نامے لکھے گئے پرنٹ ہوئے آمدورفت کا سارا اہتمام کیا گیا بینر چھپوائے گئے ہزاروں روپے خرچ کرنے کے بعد یہ کہنے لگے اس علاقے میں سیکورٹی کلیرنس نہیں ہے۔ آج اس علاقے میں کونسی تبدیلی آگئی کہ آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے یعنی جب آپ کے پاس پورا ملک تھا ساری ایجنسیاں تھیں پوری فوج تھی پوری پولیس تھی تب آپ کو یہاں آنے میں خطرہ تھا آج آپ کو ووٹوں کی ضرورت ہے تو کوئی خطرہ نہیں آپ تشریف لے آئے اکیلے گاڑی چلاکر آگئے کسی نے کچھ نہیں کہا یہ سب چیزیں قومی شعور سے تعلق رکھتی ہیں۔

ہمارے مسائل دو طرح کے ہیں ایک ہمارے ذاتی مسائل ہیں اور ہم جس ملک میں جی رہے ہیں میرے پاس شوکت خانم ہسپتال کا لیبارٹری انچارج ڈاکٹر تشریف لایا تو میں نے کہا یار ہمارے لوگ جن تالابوں سے پانی پیتے ہیں کسی گاؤں کے ایک تالاب سے پانی لے جاؤ اور اسے ٹیسٹ کرو وہ ایک کی بجائے دو گاؤں سے ایک ایک بوتل عام پینے والے جہاں بچیاں پانی بھر رہی تھیں ان تالابوں سے ایک ایک بوتل پانی لے گیا میرے پاس رزلٹ موجود ہے لیبارٹری کا کرائی ٹیریا یہ ہے اس کا معیار یہ ہے کہ اگر ایک پرسنٹ بکٹیریا (جراثیم) اس میں ہوں خیر ہے دو فیصد بھی ہوں خیر ہے چار فیصد ہوجائیں تو پانی انسان کے پینے کے قابل نہیں رہتا پانچ فیصد ہوجائیں تو وہ کہتے ہیں زہر ہے۔ اس میں کتنے تھے ایک سو اسی فیصد سے زیادہ

More Than One Eighty Percent

نتیجہ میرے پاس پڑا ہے اور یہ صرف بیکٹریا تھا ایک جراثیم باقی اس میں گوبر جانوروں کا پیشاب جنگلی جانور جورات کو پیتے ہیں ان کے جراثیم وہ ساری مٹی گرد جو ہے وہ سارا اس سے الگ وہ رپورٹ میں نے نواز شریف کو بھی دکھائی شہباز شریف کو بھی دکھائی اور انہیں ریکوسٹ یہ کی کہ یہ پہاڑی علاقہ ہے آپ اس میں چھوٹے چھوٹے ڈیم بنا دیں جہاں بارش کا پانی رکے، بہنے کی بجائے زمین میں جذب ہوجائے ڈیم میں کھڑا نہ رہے زمین میں جذب تو ہوگا کہیں کنواں تو بن سکے گا کہیں چشمہ بن جائے گا ضائع ہونے کی بجائے زمین کے اندر تو محفوظ ہوجائے گا۔ کسی کو فرصت نہ ملی۔

بلکہ یہ ایسے بادشاہ لوگ ہیں میاں شہباز شریف مجھ سے کہنے لگے کہ مولانا پچاس سال سے لوگ حکومت کررہے ہیں ہماری باری آئی تو اسلام کا یدھ پے گیا۔ اگلے دن ملے تھے مجھ سے ان کے گھر والے میں نے کہا میاں صاحب سے کہنا یدھ تو اب پڑا ہے میں نے کہا میاں صاحب کو میرا سلام دینا اور ان سے کہنا کہ یدھ اب پڑا ہے۔

یہ لوگ ہم پر کیوں مسلط ہوجاتے ہیں اس لئے کہ ہم میں اجتماعیت نہیں ہے ہمارے چھوٹے چھوٹے مسائل یہ پانی کا لے لیجئے علاج معالجے کا لے لیجئے ایک جگہ ہسپتال بنتا ہے کسی غریب کو صرف یہ سپورٹ ملتی ہے کہ وہ ہسپتال جاتا ہے ڈاکٹر کہتا ہے شام کو میرے گھر یا میرے کلینک پہ آنا۔ جہاں اسے مفت دوائی ملنی چاہئے وہاں دوائی نہیں ملتی جہاں اس کا مفت معائنہ ہونا چاہئے وہاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں ہوتا وہ گھر پہ جاتا ہے اسے پتہ ہوتا ہے وہ پولیس کی ڈائریوں میں دیتے ہیں اور پھر یہ ضروری نہیں کہ ڈاکو اصل بھی ہو۔

کتنے سکول ہیں علاقے میں جن میں استادوں اور استانیوں کے ڈیوٹیاں لگا دی ہیں اور ہیں تو پتہ نہیں کہ پڑھتی ہیں کہ نہیں ان کا ذہن وہ پڑھی ہوں گی دوسری پڑھی نہیں ہوں گی۔ تنخواہ دس سے بیس ہوں گی کام تین چار پانچ کر رہی ہوں گی۔ انفرادی طور پر کتنے لوگ اس پہ احتجاج بھی کرتے ہیں درخواستیں دیتے ہیں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جو جرم کرتا ہے پولیس سے بات کر جاتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھتا جو پولیس کو حصہ نہیں دیتا وہ پکڑا جاتا ہے پولیس بھی جانتی ہے کہ اس علاقے میں جس کے لوگوں نے برطانوی عہد میں العلمین اور برلن سے لے کر جاپان کے مورچوں تک داد دی تھی یہی لوگ تھے جنہوں نے ایراوتی کے مورچے توڑے تھے جاپانیوں کے جہاں سے ان کی شکست کی ابتداء ہوئی تھی اور یہی لوگ تھے جنہوں نے رومیل کو شکست دے کر العلمین کا مورچہ چھینا تھا ابھی بھی لوگ زندہ ہیں۔ اسی زمین کے بچے تھے جنہوں نے چونڈہ میں ہندوستانی ٹینکوں سے ٹینک ٹکرا دیئے۔ تعلیمی سہولت نہیں ہے پانی ان جوہڑوں کا پیتے ہیں علاج معالجے کی سہولت نہیں ہے لیکن پدھراڑ سے لیکر خیرپور تک دیکھ لو کہوٹ جیسے پسماندہ گاؤں نے بھی اس قوم کو جرنیل دیئے اس گاؤں کے پاس کیا سہولت ہے کتنے قابل لوگ اس علاقے کے ایک ایک گاؤں نے دیئے لیکن علاقے میں سہولت کیا ہے جو بچے یہاں بھیڑیں چراتے مر جاتے ہیں اگر انہیں تعلیم دی جاتی تو شاید ان میں کتنے دانشور کتنے ادیب کتنے شاعر کتنے عالم اور کتنے جرنیل ہوتے۔ یہ بنیادی اور اجتماعی مسائل ہیں ہمارے یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ نمائندے ہیں ہمیں بات کرنا ہے انشاء اللہ وقت آئے گا۔ اب اسے استعمال کرنا یہ آپ کی اجتماعیت پہ ہوگا یہ آپ کو سوچنا ہوگا کہ جس علاقے نے قوم کو ایسے بچے دیئے آج اس کے بچے ہیروئن کا نشہ کر کے دیواریں پکڑ کر چلتے ہیں کیوں ایسا ہوتا ہے اس لئے کہ ہمیں اس کی فکر نہیں ہے ہم زیادہ زور لگائیں تو ہم اپنے گھر کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب پڑوس کے گھر جلتے ہیں تو اپنے گھر کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی جا سکتی آگ

ایسے لوگوں کو اپنا رہنما بنائیے جن میں خوف خدا اور دوسروں کی خدمت کا جذبہ ہو

الاخوان اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود ہے اور پاکستان میں کراچی سے چترال اور گلگت تک اور خیبر سے لے کر واہگہ تک پاکستان کی واحد تنظیم ہے جس نے کارگل ایشو پر پورے ملک میں ایک دن میں مظاہرہ کیا۔ بڑی بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں لیکن کوئی بھی پورے ملک میں ایک دن میں نہیں کر سکا۔ آپ کا یہ چھوٹا سا دفتر الاخوان کے ساتھ منسلک ہو کر اتنا طاقتور ہو گیا ہے کہ اس کی بات اے سی ڈی سی کمشنر کو اور چیف ایگزیکٹو صاحب کو بھی سننا پڑے گی۔ آپ اپنی کوئی بات اپنے ان نمائندوں کو دیجئے اور یہ چیف ایگزیکٹو آفس میں جا کر کہیں کہ ہم الاخوان کے جب لگتی ہے تو کسی نہ کسی کو نے سے در آتی ہے یہ بنیادی اور اجتماعی چیزیں ہیں۔ میری گزارش آپ سے یہ ہے کہ میں کبھی آپ کو کسی سیاسی پارٹی کے پیچھے جانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ میں آپ کے پیچھے چل کر اس پارٹی کی مدد کروں گا جس کا فیصلہ آپ مل کر کریں کہ ہمیں اس کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ نہ صرف وہاں بلکہ میں پورے ملک میں اس پارٹی کو تعاون دیں گے۔ کسی پارٹی سے ہم فنڈ نہیں لیتے کسی کے ساتھ ہماری کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ آپ قوم کے علاقے کے اکابرین کو جمع فرما کر فیصلہ کیجئے۔ ہمیں فلاں پارٹی کی حمایت کرنی ہے میں انشاء اللہ آپ کے پیچھے اس کی حمایت کروں گا

www.naqshbandiaowaisiah.com

اور میری حمایت اسے پورے پاکستان میں مدد دے گی لیکن اس میں میرا کوئی ذاتی مفاد نہ ہوگا مجھے اللہ کا احسان ہے مزدور آدمی ہوں میں نے آج تک کسی سے کوئی ذاتی مفاد نہیں لیا یہ اللہ کریم کا احسان ہے اس نے مجھے بندوں کا محتاج نہیں رکھا اور احتیاج آ بھی جائے تو انسانیت کا خاصہ ہے انسان کو اپنی احتیاج اپنے رب تک محدود رکھنی چاہئے ہر کام کے لئے ایک وقت ہوتا ہے اور ہر وقت کے لئے کوئی کام ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم اس سے پہلے یہاں یہ کاوش کرتے تو اس میں وہ طاقت پیدا نہ ہوتی جو طاقت االاخوان کے پاس آج ہے آج آپ کا یہ چھوٹا سا دفتر ملکی سطح پر بات کرسکتا ہے آپ کے سکولوں کے مسائل ہیں آپ کے پانی کے مسائل ہیں آپ کے علاج معالجے کے مسائل ہیں آپ کے حکومتی نمائندوں کی غفلت اور بے راہ روی ہے۔ زیادتی ہے ایک کوشش کیجئے کہ محض رشتہ داری اور پارٹی کی حمایت نہ کیجئے جو بھی ظلم کرے اسے روکئے وہ عزیز ہو رشتہ دار ہو بھائی ہو جو بھی زیادتی کرے اسے جاکر سمجھایئے اسے روکئے آپ کی بات نہیں سنتا تو حکومتی اداروں سے کہئے تھانے والے نہیں سنتے تو ایس پی سے کہئے وہ نہیں سنتا ڈی آئی جی سے کہئے آئی جی سے کہئے گورنر سے کہئے اور آپ کا یہ دفتر انشاء اللہ وہاں تک بات کرسکے گا۔ اس کی بات انشاء اللہ سنی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ چھوٹی سی تنظیم نہیں ہے یہ ایک بین الاقوامی قوت ہے اور انٹرنیشنل لیول پر اسکی بات ہوتی ہے ملکی سطح پر اس کی بات ہوتی ہے اس بات میں انشاء اللہ قوت ہوگی۔

آپ کے علاقائی معاملات ہوتے ہیں آپ مل کر بیٹھئے اور طے کیجئے علاقے کے ممبر بنایئے علاقے میں کسی کو ٹکٹ دلوایئے علاقے میں کسی کو ایم پی اے ایم این اے بنوایئے مجھے آپ اپنے پیچھے پائیں گے انشاء اللہ

جس طرح آج آپ نے تشریف لاکر اپنے تعاون کا ثبوت دیا اسی طرح خلوص کے ساتھ بھلائی اور نیکی کے لئے اسے اپنا تعاون مہیا رکھئے اگر میرے خلاف کسی بھائی کو کوئی شکایت ہے وہ اس دفتر میں آئے دفتر کو حق حاصل ہے کہ وہ مجھ سے بھی پوچھے کہ یہ کام کیوں ہوا ہے کیسے ہوا ہے غلط میں بھی کرتا ہوں تو مجھے بھی روکئے غلط کوئی آپ کا عزیز کرتا ہے تو اسے بھی روکئے اسے ایک بھلائی کی طاقت ثابت کیجئے۔ چھوٹے چھوٹے مسائل جن کے لئے ہم انفرادی طور پر بھاگ دوڑ کرتے رہتے ہیں ان کو جب اجتماعیت کی شکل مل جاتی ہے تو ان کا حل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اجتماعی فائدے میں قوموں کی حیات ہے ذاتی طور پر جو کچھ ہوسکتا ہے ہم علاقے کے لئے علاج معالجے کی سہولتوں کا یا اب قحط سالی ہے پانی کا یا کسی غریب کو کسی دفتر میں شکایت ہے اس کی سفارش کرتے ہیں جو ذاتی طور پر ہوسکتا ہے اللہ کا احسان ہے جو اللہ توفیق دیتا ہے ہم کرتے رہتے ہیں لیکن اس دفتر کا یہاں ہونا اور یہاں اس طرح کے معزز لوگوں کا قوم کے ان فرزندوں کا جن کی زندگیاں محاذ پر گزریں اور جن کی خدمات ہیں ان کا اس دفتر میں موجود ہونا اور اس کے بی ہاف **Behalf** پر آپ کا کسی دفتر میں بات کرنا وہ ایک الگ طاقت رکھتا ہے تو بات انشاء اللہ سنی جائے گی آپ کے علاقائی معاملات ہوتے ہیں آپ مل کر بیٹھئے اور طے کیجئے علاقے کے ممبر بنایئے علاقے میں کسی کو ٹکٹ دلوایئے علاقے میں کسی کو ایم پی اے ایم این اے بنوایئے مجھے آپ اپنے پیچھے پائیں گے انشاء اللہ۔ لیکن آپ ایسے لوگوں کو منتخب کیجئے جن میں خوف خدا ہو اور جن میں دوسروں کی خدمت کرنے کا دوسروں کی تکالیف کو دور کرنے کا جذبہ ہو آیئے آپ کے دفتر کا افتتاح کرتے ہیں اور اب سے انشاء اللہ روزانہ یہ حضرات یہاں کوئی نہ کوئی موجود ہوں گے۔ آپ کی کوئی بات ہو انفرادی ہو ذاتی ہو برادری کی ہو کسی معاملے میں اس دفتر کو لانا چاہیں یہ آپ کی سماجی سیاسی اخلاقی ہر طرح کی خدمت کے لئے ان لوگوں کو آپ موجود پائیں گے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

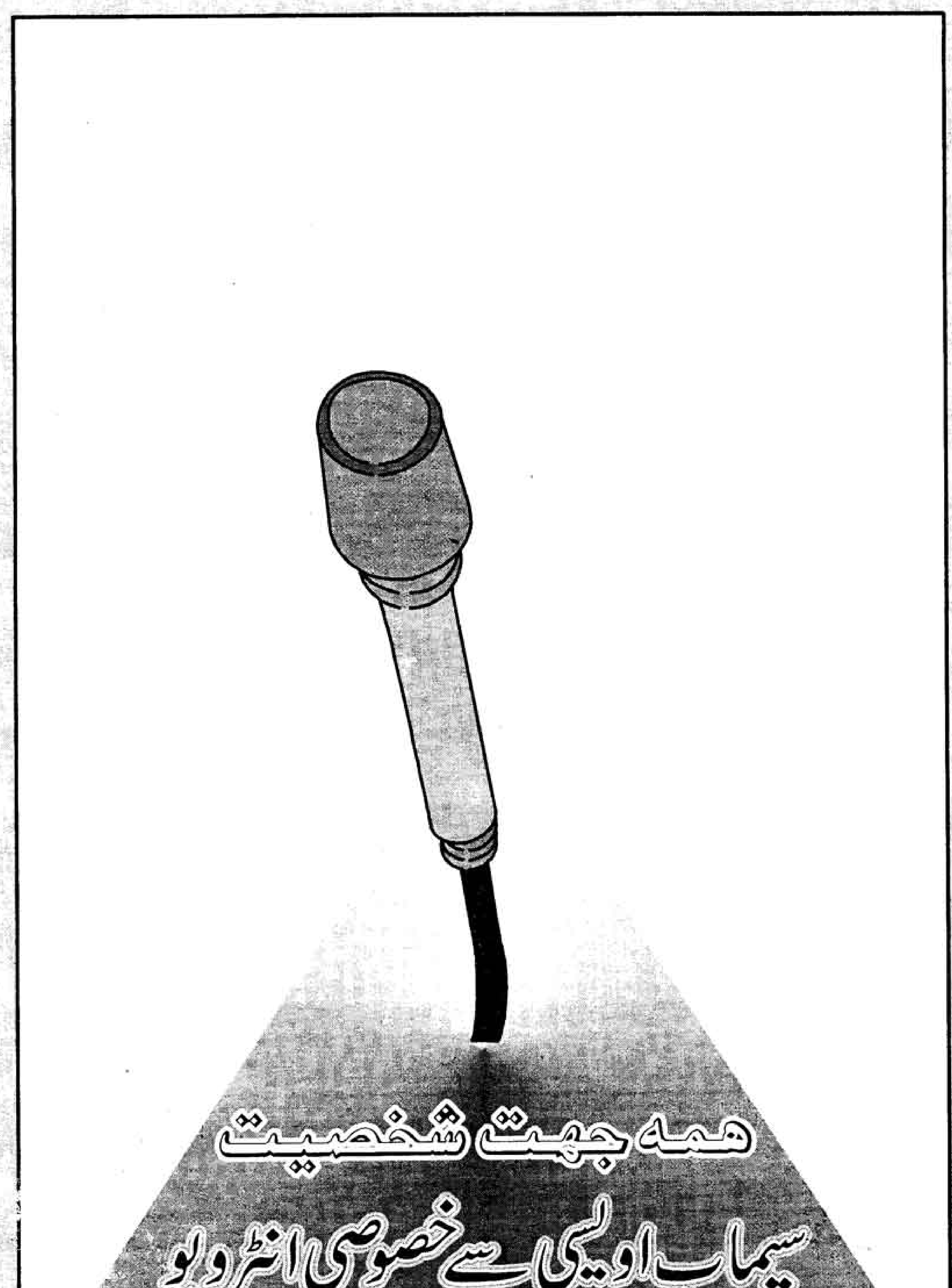

قدرتی اجزاء سے بنا ہوا

- نئے بال اُگائے۔
- خشکی دور کرے۔
- بالوں کی ٹوٹ پھوٹ روکے۔
- نیز بال چر اور دانے ختم کرے۔

ہیئر گارڈ آئل

قیمت۔ چھوٹی بوتل (250 ml) 500 روپے
قیمت۔ بڑی بوتل (575 ml) 1000 روپے

آڈر کے لئے:

لاہور۔ 99 - اے، اویسیہ سوسائٹی
کالج روڈ، ٹاؤن شپ۔ لاہور
فون- 042-6661701-5180400

راولپنڈی۔ دارالعرفان 220 گلی نمبر 12،
چکلالہ سکیم III راولپنڈی۔
فون- 051-5504575

www.naqshbandiaowaisiah.com

سیماب اویسی سے انٹرویو

انٹرویو۔ ثمینہ افتخار اعوان

قارئین ! سیماب اویسی صاحب ہمہ گیر شخصیت کے ملک ہیں۔ وہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ، تنظیم الاخوان کے امیر، صقارہ ایجوکیشنل سسٹم کے بانی، الفلاح فاؤنڈیشن کے سرپرست اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ مفسر قرآن، دلنشیں مقرر، کالم نگار، سفر نامہ نگار، ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ یوں تو ہم انہیں ''مولانا محمد اکرم اعوان صاحب'' کے نام سے جانتے ہیں لیکن بحیثیت شاعر ان کی پہچان سیماب اویسی کے نام سے ہے۔

قرآن حکیم کی تفسیر اسرار التنزیل کے علاوہ انہوں نے تصوف کے موضوع پر لاتعداد کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ ارض حرم پر حاضری کے بعد ''دیار حبیب ؐ میں چند روز'' کے نام سے کتاب لکھ کر سفر نامہ نگاری کی ابتداء کی اور پھر اپنے دورہ امریکہ، جاپان، افریقہ، چین، انگلستان، بنگلہ دیش وغیرہ پر دو عدد سفر نامے ''غبار راہ'' (حصہ اول) اور ''غبار راہ'' (حصہ دوم) کے نام سے لکھے۔ جب کہ شاعری پر ان کی کتب ''گرد سفر، نشان منزل، آس جزیرہ، متاع فقیر، سوچ سمندر، دیدہ تر اور کون سی ایسی بات ہوئی'' چھپ چکی ہیں۔

قارئین ! ان کی شخصیت کا احاطہ ایک ہی ملاقات میں کرنا محال تھا لہٰذا ہم نے سوچا کہ آج ان کی شاعری کے حوالے سے کچھ گفتگو کر لی جائے۔ ہاں مختصراً بتا دیں کہ سیماب اویسی صاحب ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء میں سیتھی ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سیتھی میں حاصل کی اور میٹرک بوچھال کلاں ضلع چکوال سے کیا۔ پھر مزید تعلیم کے لئے جہلم تشریف لے گئے۔ دوران تعلیم بعض خاندانی مجبوریوں کے تحت انہیں کالج کو خیر باد کہہ کر واپس آنا پڑا۔ نوجوانی ہی میں انہیں خاندانی رنجشوں، دشمنیوں اور زمیندارانہ نظام میں (جہاں اکثریت زمینیں چھوڑ کر فوج میں جا چکی تھی) خاندانی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا پڑا۔ پچیس سالہ زندگی میں وہ زندگی کا سو سالہ تجربہ حاصل کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بھرپور جوانی ہی میں دنیا کی بے ثباتی کا ادراک اور تصوف کی راہ پر قدم رکھ دیا۔ مگر ان کے ہاں تصوف روایتی نظریئے والا تصوف نہیں ہے۔ وہ صوفی کی تعریف 'بہترین مسلمان ہونا' کرتے ہیں۔

ایک باعمل صوفی کی حیثیت سے انہوں نے تقاضائے وقت سمجھتے ہوئے ۱۹۸۷ء میں صقارہ ایجوکیشنل سسٹم کی بنیاد رکھی۔ تنظیم الاخوان کی ابتداء ۲۶ اگست ۱۹۹۳ء میں ہوئی۔ الفلاح فاؤنڈیشن کا آغاز ۲۴ مئی ۱۹۹۲ء میں کیا اور بلاسود بینکنگ سسٹم کی بنیاد ۱۹۹۲ء میں رکھی۔

قارئین! جن دنوں ہم نے ان سے انٹرویو کا ارادہ کیا، وہ لاہور مقیم تھے۔ ان کی مصروفیات کے پیش نظر ہم نے ان کے چکوال آنے کا انتظار کرنے کی بجائے خود لاہور پہنچ جانا زیادہ مناسب سمجھا۔ رخت سفر باندھتے ہوئے ہم قدرے گھبرائے ہوئے سے بھی تھے۔ پھر گلی بھی ساتھ نہیں تھیں کہ ان کی صحت ابھی سفر کی اجازت نہیں دیتی۔ یوں یہ نازک مگر اہم ذمے داری فقط ہمارے کاندھوں ہی پر تھی۔ بہرحال ہم طے شدہ وقت پر سیماب اویسی صاحب کے دولت کدہ پر ان کے دفتر پہنچ گئے۔

سیماب اویسی صاحب وقت کے اس قدر پابند ہیں کہ ان کے آفس آنے پر اپنی گھڑی درست کی جاسکتی ہے، یوں ایک لمحے کے زیاں کے بغیر انٹرویو شروع ہو گیا۔

ہم نے ابتدائی علیک سلیک کے بعد تمہید باندھی اور پھر ان کی بارعب شخصیت کے سامنے اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے پہلا سوال کیا۔

''آپ کو پہلی مرتبہ کب احساس ہوا کہ آپ میں شاعرانہ صلاحیتیں بھی ہیں؟''

سیماب صاحب مسکرائے اور ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں گویا ہوئے۔ ''میری ذات میں تعلیم کا کوئی باقاعدہ اہتمام نہیں ہے لہٰذا یہ سب خداداد ہے بلکہ دینی، سیاسی، فلاحی و ادبی اور ان تمام کاموں کے لئے میں نے کوئی باقاعدہ تعلیم

www.naqshbandiaowaisiah.com

حاصل نہیں کی۔ بس زندگی کے یہ امور انجام دیتے ہوئے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کچھ چیزیں شعروں میں ڈھلنے لگیں۔ ایک بات اور بھی ہے چونکہ میرا ایک شعبہ بیان کا بھی ہے اور یہ بہت بڑا شعبہ ہے۔ تقاریر کرتے ہوئے مجھے تقریباً ۴۵ برس سے کچھ اوپر کا عرصہ ہوگیا۔ پھر زندگی میں لکھنے کے مواقع بھی آئے اور یوں غیر ارادی طور پر بعض باتیں شاعری کی زبان میں بھی ہونے لگیں کیونکہ شاعری اظہار کا ایک مضبوط ترین ذریعہ ہے اور یوں خیالات اظہار کی یہ زبان بھی اپنانے لگے۔ یہ سب غیر محسوس طریقے سے ہوا۔"

"آپ کی ابتدائی شاعری میں نظم زیادہ غالب ہے۔ کیا یہ آپ کی شعوری کوشش تھی؟" ہم نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں!!! وہ مسکرائے۔ "شعوری کوشش کا اس میں دخل نہیں۔ ممکن ہے جب شاعری میں اس طرف رخ کیا ہو تو میں نظم کہتا چلا گیا ہوں لیکن مجھے خود بھی اس کا احساس نہیں۔"

ہم نے اگلا سوال کرنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ چند لمحوں میں وہ فارغ ہوئے تو ہم نے کہا۔ "آپ سفرنامہ نگار بھی ہیں، کالم نگار و مزاح نگار بھی ہیں اور شاعر بھی۔ آپ کو کس صنف میں لکھنا آسان لگتا ہے؟"

"لکھنا بجائے خود ایک ایسا عمل ہے جو خالصتاً خداداد ہے۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔ "اب آپ دیکھیے دنیا میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو سن کر بات سمجھ لیتے ہیں لیکن اسے بیان نہیں کر سکتے اور کتنے ہی ایسے ہیں جو سنی ہوئی بات کو زیادہ بہتر طریقے سے بیان کر سکتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو بیان تو بہت اچھا کر سکتے ہیں لیکن لکھ نہیں سکتے جب کہ بعض نہایت خوب صورت لکھ لیتے ہیں لیکن اپنے ہی لکھے کو ڈھنگ سے بیان نہیں کر سکتے۔ یہ مختلف صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ ان میں لکھنا بذات خود ایک خداداد صلاحیت ہے اور جس اللہ کریم نے یہ صلاحیت عطا فرما دیں، اس کے لئے کچھ بھی لکھنا مشکل نہیں ہوگا۔"

"لیکن یہاں فطری میلان کی بات بھی تو آ جاتی ہے۔" ہم نے بات آگے بڑھائی۔

> **ان کا انداز دھیما مگر اس قدر جامع تھا کہ وہ خوب ادراک رکھتے ہوں کہ وہ کیا رہے ہوں**

"بعض لوگ شاعری آسانی سے کر سکتے ہیں جب کہ بعض کو نثر لکھنا آسان لگتا ہے؟"

"ہاں آپ کی بات درست ہے لیکن میں ہر صنف میں آسانی سے لکھ لیتا ہوں۔" انہوں نے اطمینان سے کہا۔

"آپ کے خیال میں خوب صورت شاعری کی تعریف کیا ہے؟" ہم نے اگلا سوال کیا۔

"شاعری ہوتی ہی خوب صورت ہے۔" وہ مسکرائے۔ "شاعری کے ساتھ آپ بدصورت کا لفظ نہیں لگا سکتے۔ اگر خوب صورت نہیں تو پھر وہ شاعری ہی نہیں ہے بلکہ شاعری کی حیثیت تو ادب کے چمن میں ایک پھول کی سی ہے۔ اگر پھول نہ ہو تو شاید چمن کی وہ قدر و قیمت نہ ہو۔"

"آپ شاعری کسے کہتے ہیں؟" ہم شاعری کے معاملے میں ان کی تعریف سننا چاہتے تھے۔

"میں شاعری اسے سمجھتا ہوں جو پڑھنے والے کے دل کو متاثر کرے، اس کے احساسات کی ترجمانی کرے اور وہ یہ سمجھے کہ شاعر نے اس کے دکھ، تکلیف یا آرزو و خواہش کی بات کی ہے۔" وہ ایک شفیق استاد کی طرح دھیرے دھیرے بول رہے تھے۔ "اب دیکھیں نا ایک شعر ہے۔

اکتھر، بہتر، تہتر، چوہتر
پچھتر، چھہتر، ستتر، اٹھتر

یہ ایک مکمل شعر ہے۔ اوزان کے اعتبار سے درست ہے لیکن اسے شعر کون مانے گا؟ کیونکہ یہ کسی قسم کی Feelings کو Convey نہیں کرتا، احساسات کی ترجمانی نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ کسی کے دل پر کوئی اثر بھی نہیں چھوڑتا۔ یوں تو لوگ اسے پڑھ کر مسکرا دیں گے۔ لیکن یہ کسی کے دل پر کوئی کیفیت نہیں چھوڑے گا۔ تو جو شعر، جو مصرعہ، کسی کے دل پر اثر نہیں کرتا، وہ شاعری نہیں ہے۔ ایک چیز اور بھی ہے۔" وہ قدرے توقف سے گویا ہوئے۔ "شعر کو موسیقی سے ہم آہنگ ہونا چاہئے۔ ایک اچھے شعر کی پہچان یہ ہے کہ اسے گایا جا سکے۔ جسے گایا نہ جا سکے سمجھ لیجئے کہ اس کے اوزان میں کہیں فرق آ گیا ہے۔"

"ایک شاعر کے لئے شاعری کے اوزان اور دیگر رموز کو جاننا کس حد تک ضروری ہے؟" ہم اچانک ذہن میں آ جانے والا سوال زبان پر لے

www.naqshbandiaowaisiah.com

آئے۔

''شاعری کے اوزان اور فن شاعری کو سمجھنا نقاد کے لئے ضروری ہے' شاعر کے لئے اسے جاننا ضروری ہی نہیں ہے بلکہ اگر وہ انہیں جانتا ہوگا تو روانی سے شعر نہ کہہ سکے گا' اس میں الجھا رہے گا' ہاں شاعر کو اصلاح ضرور لینی چاہئے۔''

''ہماری اردو شاعری میں زیادہ تر محبت کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ کیا شاعر واقعی محبت کرتا ہے یا محض محبت کی باتیں ہی کرتا ہے؟

''جہاں تک محبت کا تعلق ہے تو دنیا میں کوئی بھی محبت سے خالی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک کی محبت کا رخ مختلف ہے۔ اب کوئی مرد کسی عورت سے محبت کرتا ہے تو اسے سب ہی محبت مانتے ہیں لیکن جو بندہ محض سیاست کے لئے ساری عمر جیلوں میں گل جاتا ہے تو کیا وہ سیاست سے محبت نہیں کرتا؟ اسی طرح پیسے سے محبت کرنے والے محض پیسہ جمع کرنے کے لئے زندگیاں ہار دیتے ہیں۔ کوئی اچھا کھانا کھانے سے محبت کرتا ہے اور کوئی خوش لباسی سے۔ کسی کو کسی انسان سے محبت ہوتی ہے اور کوئی انسانیت سے پیار کرتا ہے۔ کسی کو خالق کائنات سے محبت ہے اور کسی کو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ سے۔ محبت ہر بندہ کرتا ہے' ان کے رخ مختلف ہوتے ہیں۔ جہاں تک شاعر کا تعلق ہے تو شاعر کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی سے محبت کرتا ہو بلکہ ضروری یہ ہوتا ہے کہ وہ احساسات اخذ کرے' واقعات سے' حادثات سے' قصے کہانیوں سے۔ وہ اپنے ارد گرد ہونے والے واقعات سے متاثر ہو اور دوسروں کی کیفیات و احوال کی بھی ترجمانی کرے۔'' ان کا انداز دھیما مگر اس قدر جامع تھا جیسے وہ خوب ادراک رکھتے ہوں کہ وہ کیا کہہ رہے ہوں۔

''اچھا ایک بات بتایئے؟'' ہم نے نیا سوال اٹھایا۔ ''یوں تو زندگی میں بہت سے موضوعات ہیں لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ شاعری محض ایک ہی موضوع پر زیادہ کی گئی ہے؟''

''ہمارے ہاں شاعری میں جو موضوع زیر

اقبال کا مقام شاعری میں اس قدر بلند تر ہے کہ میں انہیں شاعروں میں شمار ہی نہیں کرتا

بحث ہیں' اس میں ہماری تہذیب اور طرز حیات کی تبدیلی کا اثر ہے۔'' سیماب صاحب نے مدلل انداز میں کہنا شروع کیا۔ ''کیونکہ اب ایسا دور آ گیا ہے' بیسویں صدی کے اوائل کو آپ چھوڑ دیں۔ ۳۲۔۱۹۳۰ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک' یہ عرصہ سائنسی دور کہلاتا ہے۔ اس میں انسان بدویت سے نکل کر سہولتوں میں داخل ہوتا ہے۔ مشکلات کی زندگی' ہمت اور طاقت و قوت کی زندگی چھوڑ کر مشینی زندگی میں قدم رکھتا ہے' تو ان سہولتوں نے دوسرے موضوعات ختم کرا دیئے ہیں ورنہ اس سے پہلے شاعری محض اسی موضوع پر ہی نہیں ہوتی تھی۔ آپ سب سے قدیم زبان عربی کا مطالعہ فرمالیں۔ قدیم ادوار میں خاندانی روایات پر شاعری ہوتی تھی' قوموں کے عروج و زوال پر شاعری ہوتی تھی۔ بہادروں کی جرات و ہمت پر شعر کہے جاتے تھے۔ بہنوں نے اپنے بھائیوں کی شجاعت و دلیری پر شعر کہے' لوگ اپنے آباؤ اجداد کی شان و شوکت پر شاعری کرتے تھے حتیٰ کہ ذاتی کمالات پر شعر کہے جاتے تھے۔ قدیم عرب شاعری میں ہمیں یہ ساری چیزیں ملتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ محبت کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ دراصل وہ زندگی موجودہ طرز حیات کے مقابلے میں مشکل تھی۔ تب زندہ رہنا بجائے خود ایک کمال تھا۔ عزت سے جینا' دوسروں پر غالب رہنے کی خواہش' یہ ان کی اقدار تھیں۔ اب ان میں سے بہت سی چیزیں مشینی زندگی کی نذر ہو گئیں اور انسان کے پاس موضوعات محدود رہ گئے۔''

''لیکن اردو زبان نے جس دور میں جنم لیا وہ سائنسی دور نہیں تھا۔ اس کی ابتداء میں بھی ہمیں یہ مختلف موضوعات بہت کم ملتے ہیں؟'' ہم نے ذرا تفصیل جاننا چاہی۔

''کم نہیں ملتے بلکہ آج کے دور میں اسے پڑھتا کوئی نہیں۔ جیسے پنجابی شاعری میں ہیر وارث شاہ تو زبان زد عام ہو گئی لیکن وارث شاہ ہی کا ''جنگنامہ'' کسی کو یاد تک نہیں۔ اس دور میں تو محبت کی داستانوں میں بھی پند و نصائح ملتے ہیں جیسے آپ سیف الملوک پڑھ کر دیکھ لیں۔ اس میں تاریخی حقائق بھی ہیں' حوصلے و جرات کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

بات بھی ہے اور نصیحت بھی۔ اسی طرح آپ اردو شاعری کے ابتدائی دور کو پڑھ لیں آپ کو اس میں قوموں کے عروج و زوال کے قصے بھی ملیں گے اور شاہی دربار کی شان و شوکت پر بھی شاعری ملے گی۔ اب دیکھیے نا ہجو بھی تو شاعری کی ایک صنف ہے جو اس زمانے میں لکھی گئی لیکن آج کوئی کسی کی ہجو نہیں لکھتا اس لئے کہ جب قصیدے لکھے جاتے تھے تو ہجو بھی لکھی جاتی تھی۔ اردو زبان میں تمام اصناف پر طبع آزمائی کی گئی ہے لیکن موجودہ دور میں لوگوں کے طرز معاشرت نے، تہذیب نے، گزشتہ موضوعات رہنے نہیں دیئے۔ دراصل زندگی میں انسان سوچ وہی سکتا ہے، سمجھ بھی وہی سکتا ہے جو اسے پیش آتا ہے۔ جن چیزوں سے اس کا واسطہ نہیں پڑتا، اسے وہ سوچنے اور سمجھنے کا تکلف بھی نہیں کرتا۔''

''تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ ترقی کے ساتھ ساتھ موضوعات محدود ہوتے چلے جائیں گے؟''

''ترقی کے نہیں، حالات کے ساتھ ساتھ بدلتے جائیں گے۔'' انہوں نے قطعیت سے کہا۔ ''اب آپ دیکھیے اسی سائنسی دور میں جب ۱۹۶۵ء کی جنگ ہوئی تو ہمارے فلمی گانے لکھنے والے شاعر بھی جنگی ترانے لکھنے لگے اور ہمیں نہایت خوب صورت شاعری پڑھنے کو ملی جس میں ولولہ انگیزی بھی تھی اور وطن سے محبت بھی اور ان ترانوں نے لہو گرما کے رکھ دیا بلکہ آج بھی انہیں پڑھیں تو ولولے تازہ ہونے لگتے ہیں۔''

''یہاں اسی سے ملتا جلتا ایک اور سوال ہمارے ذہن میں آتا ہے۔'' ہم نے اچانک ذہن میں آ جانے والا سوال کرنا چاہا۔

''جی!'' انہوں نے حوصلہ افزا انداز میں نرمی سے کہا۔

''زندگی میں ہمارے آپس کے اور بھی تو بہت سے رشتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ شاعری ایک ہی رشتے کے بارے میں کی گئی؟''

''شاعری میں زندگی کے دوسرے رشتے بھی بیان کیے گئے ہیں جیسے قدیم زمانے میں خواتین نے اپنے بھائیوں کی جرات و مردانگی پر شعر کہے یا ماں کی محبت پر بھی شاعری کی گئی یا جیسے حالی نے ''اے ماؤں، بہنو، بیٹیو دنیا کی زینت تم سے ہے'' لکھی لیکن میرے خیال میں محض ایک تعلق پر شاعری اس کے لئے زیادہ کی گئی کہ ہمارے باقی رشتے یا تعلق کی بات امور عادیہ میں آ جاتی ہے۔ جب کہ مرد و زن کا باہمی تعلق روایتی رشتوں میں نہیں آتا لہٰذا انسان اس میں ایک انوکھا پن محسوس کرتا ہے۔''

''آج کا دور سائنسی دور کہلاتا ہے لہٰذا یہ فرمائیے کہ آج کے اس سائنسی دور میں شاعری کی گنجائش کس حد تک ہے؟'' ہم نے تھوڑا سا موضوع بدلا۔

''شاعری تو ایک ذریعہ اظہار ہے۔ دور کوئی بھی ہو، جس طرح کے حالات، واقعات یا ضروریات پیش آئیں گی، اگر کوئی کم لفظوں اور موثر انداز میں ان کا اظہار کرنا چاہے تو وہ شاعری ہے۔ عہد کے ساتھ ساتھ موضوعات بدلتے رہیں گے لیکن ذریعہ اظہار تو نہیں بدلے گا۔ اس کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔''

''فطری میلانات اور حالات میں سے شاعری پر کون زیادہ اثر انداز ہوتا ہے؟''

''حالات سب سے زیادہ طاقت ور ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔ ''فطری میلان تو یہ ہے کہ ایک آدمی شعر کہتا ہے لیکن وہ شعر کس موضوع پر کہے گا، یہ اسے حالات بتائیں گے۔ موضوعات کے لئے راستہ حالات متعین کرتے ہیں۔ اب ایک شاعر کو حالات جیل کی سلاخوں کے پیچھے لے جائیں تو ظاہر ہے وہ گل و گلستان یا بلبل و نغمہ کی بات تو نہیں کرے گا؟ پھر تو وہ زنجیروں اور سلاخوں کی بات کرے گا۔''

''آپ کا ایک شعر ہے۔

ہم ڈھونڈتے پھرے تجھے کوئے رقیب میں
بیوی نے راہ دیکھی ہماری تمام رات

یہ سوال ہم نے بانو قدسیہ صاحبہ سے بھی کیا تھا اور اس شعر کے حوالے سے آپ سے بھی کرنا چاہیں گے۔ ہمارے ہاں ایک عام نظریہ یہ ہے کہ عورت صرف زندگی میں ایک مرتبہ محبت کرتی ہے جبکہ مرد ایک سے زیادہ مرتبہ بلکہ بیک وقت کئی جگہ محبت کرتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ خلوص کا بھی دعویدار ہے۔ اب ہیں تو یہ دونوں ہی انسان پھر ان کی فطرت میں یہ تضاد کیوں ہے؟'' ہمارا سوال قدرے طویل ہو گیا مگر اویسی صاحب ہمہ تن گوش رہے۔

''جہاں تک اس شعر کا تعلق ہے۔'' وہ مسکرا کر بولے۔ ''تو یہ میری ایک مزاحیہ غزل کا شعر ہے۔ مزاحیہ شاعری کا اپنا ایک انداز ہے جو میرے خیال میں اپنی جگہ مشکل ہے۔ تو اس میں تو

میں نے موجودہ عہد کی ایک تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے کہ ہم انہیں تو محروم رکھتے ہیں جن کا محور ہی ہماری ذات ہوتی ہے لیکن ان کے پیچھے بھاگتے ہیں جن سے کوئی تعلق یا رشتہ نہیں ہوتا۔ اب جہاں تک مرد و زن کے محبت کرنے کا تعلق ہے تو اگرچہ یہ دونوں انسان ہیں مگر ان کے میدان عمل الگ الگ ہیں۔ لہٰذا ان کے احساسات و جذبات اور کیفیات میں بھی تضاد ہے۔ اس کی مثال ہم یوں لے سکتے ہیں جیسے ایک باغ ہے جس کی ذمہ داری دو لوگوں پر ہے۔ ایک کا کام کنواں کھود کر، مشکیں بھر بھر کے اسے پانی دینا ہے، اس میں پودے لگانا، بیج بونا اور کھاد ڈالنا ہے جو کہ اپنی جگہ محنت طلب اور جفاکشی کا کام ہے جب کہ دوسرے کے ذمے۔"

سیماب اویسی صاحب آہستہ آہستہ مضبوط لہجے میں اپنا نقطہ نظر واضح کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی ہم سخت بے مزہ ہوئے کہ سلسلہ ٹوٹ چکا تھا، نجانے دوبارہ اسی مزاج اور انداز پر آنے میں کتنا وقت لگے۔ مگر وہ فون رکھتے ہوئے یوں اپنے موضوع کی طرف آئے جیسے درمیان میں سلسلہ ٹوٹا ہی نہ ہو۔

"دوسرے کے ذمے کونپلوں کی پرورش، پتی پتی کا خیال رکھنا اور ایک ایک شگوفے پر توجہ دینا ہے۔ ننھے منے پودوں کو تناور درخت بنا کر بھی ان سے غافل نہ ہونا ہے۔ یہ دوسری ذمہ داری خاتون پر تھی لہٰذا اللہ کریم نے اس کی فطرت میں یہ چیز رکھ دی کہ وہ جس طرف بھی متوجہ ہو، کلی طور پر ہو۔ اس کے لئے فطری طور پر ایسا ہونا لازم تھا ورنہ کائنات کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ اسی فطرت کے تحت وہ جب دل دیتی ہے یا کوئی تعلق قائم کرتی ہے تو اپنی تمام تر محبت، خلوص اور توجہ اسی ایک شخص پر مرتکز کر دیتی ہے، وہ اگر ایسا نہ کر پاتی تو نسل انسانی آگے چل ہی نہ سکتی۔ آپ دیکھ لیجئے، مغرب میں جہاں خاتون کی توجہ اس کی اصل سے ہٹا دی گئی، وہاں کاغذات سے ولدیت کا خانہ بھی مٹا دینا پڑا اور خود ایک امریکن ادیب نے جس کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں آ رہا، اپنے معاشرے پر ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا۔ The lonely crowd یعنی اکیلے انسانوں کا

> **دراصل زندگی میں انسان سوچ وہی سکتا ہے، سمجھ بھی وہی سکتا ہے جو اسے پیش آتا ہے۔ جن چیزوں سے اس کا واسطہ نہیں پڑتا، اسے وہ سوچنے اور سمجھنے کا تکلف بھی نہیں کرتا**

ہجوم! تو معاشرتی اقدار کو قائم رکھنے کے لئے، بنی آدم کو انسان بنانے کے لئے، بقائے نسل کے لئے عورت کا اپنی فطرت کے مطابق یکسو رہنا ضروری ہے۔"

"اس سلسلے میں مرد کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟" ہم نے وضاحت چاہی۔

"مرد کو چونکہ باہر Deal کرنا ہے۔ کہیں سے کھاد لانی ہے، کہیں سے پانی لانا ہے، کہیں سے کدال لانی ہے تو اس کی توجہ مختلف جہات میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا مزاج ہی ایسا ہے کہ وہ مختلف جہات میں رشتے قائم کر لیتا ہے پھر ایک اور بات بھی ہے، Medically ایک خاتون کی زندگی میں اپنی ذات کے اندر بہت تغیر ہے۔ اسے بچے کی پرورش ہی نہیں کرنا، بچے کو پیدا بھی کرنا ہے۔ وہ مرد سے تعلق استوار کرنے کے بعد مصروف تر ہو جاتی ہے۔ اس کی زندگی میں ٹھہراؤ نہیں رہتا بلکہ مختلف ادوار میں بٹ جاتی ہے جب کہ مرد ایک رشتہ قائم کرنے کے بعد اپنی ذات میں مصروف نہیں ہوتا۔ وجودی طور پر اس کی ذات میں کوئی مصروفیت نہیں آتی لہٰذا بعض حالات میں بسا اوقات اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ ایک ہی خاتون کے ساتھ منسلک رہے۔ اسی لئے مڈل ایسٹ وغیرہ میں اگر کوئی مرد بغیر کسی معاشی مجبوری کے ایک ہی بیوی رکھے تو اس کے کردار پر شک کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں تو ہندو معاشرت کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا جرم ہو گیا ورنہ مسلم معاشروں میں صرف ایک ہی شادی پر قناعت کرنا عیب سمجھا جاتا ہے اور پھر جن معاشروں میں دوسری شادی کی ممانعت ہے وہاں آپ یہ ضمانت نہیں دے سکتے کہ مرد کی Relationship واقعی ایک ہی عورت کے ساتھ ہے لہٰذا Medically بھی، سائنسی اعتبار سے بھی اور فطری اعتبار سے بھی اسے ایسا ہی ہونا چاہئے کہ وہ۔"

"ایک سے زیادہ Relationship رکھ سکتا ہو؟" ہم نے فقرہ مکمل کیا۔

"جی بالکل!" انہوں نے سنجیدگی سے تائید کی۔ "باقی مستثنیات تو ہر جگہ ہیں۔ استثنا تو ہر

www.naqshbandiaowaisiah.com

معاملے میں ہیں۔ مستثنیات کو آپ چھوڑ دیں۔ ایک آدھ واقعے کو چھوڑ دیں اور اکثریت کی بات کریں تو عورت کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن معاشروں میں بھی انسانی اقدار باقی ہیں' ان کا سب وہ عورتیں ہیں جو ایک وقت میں' ایک ہی جگہ اپنی توجہ مرکوز رکھتی ہیں۔''

سیماب اویسی صاحب کا یہ آخری جملہ سیدھا ہمارے دل پر اتر گیا اور بے اختیار ہمارا دل ہی نہیں' چہرہ بھی مسکرا اٹھا مگر اگلے ہی لمحے قدرے سنجیدگی سے اگلا سوال کیا۔

''محبت کے معاملے میں ایک سوال اور ہے۔ وہ یہ کہ محبت ہو جاتی ہے یا کی جاتی ہے؟''

''محبت کی بھی جاتی ہے اور ہو بھی جاتی ہے۔'' وہ دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولے۔

''کیا مطلب؟'' یہ جواب ہمارے لئے غیر متوقع تھا۔

''محبت کیا ہے؟ تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں؟
تیرا مجبور کر دینا' میرا مجبور ہو جانا''
انہوں نے ٹھہرے لہجے میں یہ شعر پڑھا اور پھر گویا ہوئے۔ ''جو محبت ہو جاتی ہے وہ ذات سے ذات کو ہوتی ہے اور جو محبت صفات سے ہوتی ہے وہ ہوتی نہیں' کی جاتی ہے۔''

اس انوکھے نظریئے پر ہم ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گئے۔ جب کہ سیماب اویسی صاحب اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''مثلاً کسی کا اچھا شعر پڑھا' کسی کا اچھا کلام سنا' کسی کی سُر اچھی سنی یا کسی کی شکل اچھی دیکھی اور محبت ہو گئی۔ تو وہ محبت اس وقت ختم ہو جاتی ہے۔ جب شعر بے تکے آنے لگیں' سُر بے ڈھنگی ہو جائے یا شکل بگڑ جائے۔ یہ وہ محبت ہوتی ہے جو کی جاتی ہے اور جو محبت ہو جاتی ہے وہ ذات سے ذات کو ہوتی ہے۔ پھر انسان پر کوئی تغیر بھی آئے' وہ ذات عزیز رہتی ہے حتیٰ کہ وہ محبت تو خامیوں اور کمزوریوں کی بھی پرواہ نہیں کرتی وہ تو بس ہو جاتی ہے۔''

یہاں ہم سیماب اویسی صاحب کی اس خوبی کا دل سے اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ ہمارے عام سے سوال کا جواب بھی اس طرح

> **شاعر کو حالات جیل کی سلاخوں کے پیچھے لے جائیں تو ظاہر ہے وہ گل و گلستان کی بات تو نہیں کرے گا؟ پھر تو وہ زنجیروں اور سلاخوں کی بات کرے گا**

دیتے کہ ہمیں لگتا گویا ہم نے کوئی بڑا خاص سوال کیا تھا۔

''آپ عربی' فارسی' انگریزی' پشتو اور سندھی بھی جانتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ آپ نے شاعری فقط اردو اور پنجابی میں کی؟''

''اس کی وجہ وہی ہے جو میں نے آپ کے پہلے کسی سوال کے جواب میں کہ حالات ایک رخ دے دیتے ہیں اور بندے اپنے فطری میلانات کو ادھر ڈھال لیتا ہے۔ ہمارے ہاں دوسری زبانیں قائم رکھنا ایک مسئلہ ہے۔ وہ بول چال سے نکل جائیں تو بھولنے لگتی ہیں۔ جیسے میں اچھی خاصی بنگلہ بول لیتا تھا لیکن مشرقی پاکستان کے بعد تو میرے خیال میں وہ بھول ہی گئی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہم پنجاب کے باسی' پنجابی بھی چھوڑتے جا رہے ہیں اور بچوں کے ساتھ اردو بولنے لگے ہیں' بات چیت اکثر اردو ہی میں ہوتی ہے یوں میں نے شاعری بھی زیادہ اردو ہی میں کی۔ مادری زبان ہونے کے باوجود پنجابی میں بہت کم لکھا' حالات ایک راستہ بنا دیتے ہیں اور آدمی روز مرہ کی بول چال میں وہی اظہار کی راہ چن لیتا ہے۔''

''کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ ہماری نئی نسل میں الفاظ کا وہ چناؤ نہیں جو میر و غالب کے زمانے میں تھا؟'' ہم نے ایک دوسرے موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔

''بات میر و غالب کے زمانے کی نہیں۔'' سیماب اویسی صاحب بلاتوقف اپنے مخصوص لہجے میں گویا ہوئے۔ ''بات احساسات کی ہے اگر لفظ کسی سے باتیں کریں تو وہ اسے خود بتاتے ہیں کہ ہماری جگہ یہ ہے۔ تب ان میں گہرائی بھی ہوگی اور گیرائی بھی۔ لیکن اگر لفظ آدمی کے ساتھ بات نہ کرے تو پھر وہ ان کا انتخاب نہیں کر سکتا اور لفظ گہرائی و گیرائی بھی کھو دیتے ہیں۔ پہلے لوگ جو تھے' وہ صاحب درد بھی تھے اور ان میں خلوص بھی تھا۔ وہ الفاظ پر محنت ہی نہیں کرتے تھے وہ جو بات کہتے تھے وہ واقعی کہنا چاہ رہے ہوتے تھے۔ ہم جو نہیں چاہتے' وہ کہتے ہیں اور جس پر خود عمل نہیں کرتے' وہ کرنے کی بات کرتے ہیں۔ جسے خود پسند نہیں کرتے' اسے دوسروں کے لئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

شعروں میں کہہ رہے ہوتے ہیں لہٰذا ان لفظوں میں نہ گہرائی ہوتی ہے نہ گیرائی ورنہ تو کلام کا مشکل ہونا، علمیت کی دلیل ہرگز نہیں بلکہ کسی کلام کا سہل ہونا مشکل کام ہے۔" سیماب صاحب نے قدرے توقف برتا۔ ہم اگلا سوال کرنے والے تھے کہ وہ پھر بولے۔ "ایک بات اور ہے میر وغالب کے زمانے کے جو الفاظ ہمیں ثقیل لگتے ہیں، وہ اس زمانے کے عام بول چال کے الفاظ تھے۔ عام آدمی انہی الفاظ میں بات کرتا تھا۔ آج ہمیں اپنی روزمرہ کی بول چال کے الفاظ چاہیں لیکن ان میں گہرائی اور گیرائی ہونا چاہیے اور یہ تب ہوگا جب آپ لفظ سے بات کر سکیں گے ورنہ تو الفاظ اپنے پڑھنے والے کو پہچانتے ہیں اور وہ نہ جاننے والے کی نظروں کے سامنے سے، اس کے دل میں اترے بغیر گزر جاتے ہیں اور جو لفظوں کو پہچانتا ہے، یہ اس کے اندر اس طرح اترتے ہیں کہ وہ مطالعہ نہ بھی کرے تو الفاظ کا ذخیرہ اس کے پاس ہوتا ہے۔"

"ہمارے ذہن میں ایک مبتدی قسم کا سوال ابھرا ہے۔" ہم نے ذرا رک کر کہا۔ "کیونکہ آپ ایک صوفی بھی ہیں۔"

"جی۔۔جی!! انہوں نے ایک استاد کی طرح حوصلہ افزائی کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"عشق کو عام طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور غالباً اس کی دو ہی قسمیں ہیں۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی! آپ کی نظر میں حقیقت اور مجاز کی تعریف کیا ہے؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ عشق کی ایک ہی قسم ہے۔ یہ کوئی حقیقی، مجازی نہیں ہوتا بلکہ بات یہ ہے کہ محبوب دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک محبوب حقیقی اور ایک وہ جو اس کے سامنے آکے کھڑا ہو جاتا ہے جسے آپ مجازی کہتے ہیں۔ نوع انسانی میں ایک فطری میلان ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے، باقی نبی سے محبت، دین سے محبت، نیکی سے محبت، یہ سب محبتیں صرف اللہ کی خاطر ہیں۔ لیکن انسان جب دنیا میں، قالب میں آنکھ کھولتا ہے تو وہ روحانیت سے بہت دور ہوتا ہے۔ روح

معاشرتی اقدار کو قائم رکھنے کے لئے، بنی آدم کو انسان بنانے کے لئے، بقائے نسل کے لئے عورت کا اپنی فطرت کے مطابق یکسو رہنا ضروری ہے

کی بات تب سمجھ میں آتی ہے جب عقل اور جسم بالغ ہوتے ہیں، وہ بھی اگر قسمت میں ہو تو سمجھ میں آتی ہے۔ تو چونکہ انسان میں محبت کرنے کا جذبہ فطری طور پر ہوتا ہے لہٰذا وہ جذبہ کوئی نہ کوئی راستہ تو لے گا۔ کوئی دولت سے پیار کرتا ہے اور کوئی سیاست سے، اسی طرح کوئی کسی کی خوب صورتی سے محبت کرے گا۔ یہ محبت یا عشق مجازی اس لئے کہلائے گا کہ وہ ذات یا صفت جس سے محبت کی گئی ہے، فانی ہے لیکن یہ توقتی ہے، یہ تو ایک زینہ ہے۔ انسان جب اس کی فنا سے آگاہ ہوگا تو پھر حقیقت کی طرف بڑھے گا۔ عشق وہی ہے لیکن اپنی اصل منزل پانے کے لئے اس کے سامنے مجاز آگیا۔ اب اگر کسی انسان میں قوت ہے تو وہ مجاز کی حقیقت پہچان لے گا اور سمجھ لے گا کہ میرا جذبہ تو ابدی ہے اور یہ چیز فانی ہے تو پھر وہ مجاز سے آگے نکل جائے گا اور حقیقت سے جا ملے گا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بچے میں فطری میلان ہے پائلٹ بننے کا۔ وہ بچپن ہی میں کھلونوں میں ہوائی جہاز پسند کرے گا۔ پھر جب بڑا ہو کر وہ جہاز کو دیکھے گا، سمجھے گا، اور چلانا سیکھ لے گا تو گویا وہ اصل کو پالے گا۔ اس مقام پر اسے کھلونا ہوائی جہاز اچھا تو لگے گا لیکن وہ اس کے لئے اصل کی سی اہمیت نہیں رکھے گا بلکہ اصل کا اور اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں رہے گا۔"

ہم پوری توجہ اور انہماک سے سن رہے تھے۔ جونہی وہ خاموش ہوئے ہم نے جلدی سے نگاہ اگلے سوال پر ڈالی۔

"ہمارے ہاں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر تو بے شک نعتیہ کلام لکھتے ہیں لیکن شاعروں کی اکثریت کے لے نعت لکھنا محال نظر آتا ہے جب کہ غزل وہ باآسانی لکھ لیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟"

"یوں تو لکھنے کو ہندو شعراء نے بھی نعتیں لکھی ہیں اور بہت پائے کی لکھی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ نعت لکھنا واقعی مشکل کام ہے۔ نعت لکھنے کے لئے نبی اکرم ﷺ سے قلبی تعلق ہونا ضروری ہے۔ ایسا تعلق جس میں درد بھی ہو اور یہ جنہیں نصیب ہو انہی کے حصے میں آتا ہے۔ پھر سردار

انبیاء علیہ ﷺ کی مدح سرائی آسان کام نہیں۔ لہٰذا نعت کہنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔"

"آپ کے خیال میں شاعری بہترین ذریعہ اظہار ہے یا نثر؟

"شاعری اظہار کے گلشن کا پھول ہے اور یہ سب سے مختصر، سب سے موثر اور سب سے دلنشیں ذریعہ اظہار ہے۔"

"ذرا مزید وضاحت ہو جائے تو اچھا ہے۔" ہم نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"اللہ کریم نے انسان کو جو اوصاف دیئے ہیں، ان میں دو چیزیں سرفہرست ہیں۔ ایک نطق یعنی قوت بیان اور ایک قلم! کہ وہ اپنے محسوسات کو دوسروں تک پہنچا سکے۔ ایک انسان جو چیز محسوس کرتا ہے، اس سے ایک کیفیت بنتی ہے اداسی یا فرحت کی، آرزو یا خواہش کی۔ اب ان کیفیات کو وہ اس طرح سے بیان کرے کہ وہ سیدھی دوسرے کے دل میں اتر جائے اور اسے متاثر کئے بغیر نہ رہے تو یہ شاعری ہے اور اگر اس انداز سے قلمبند کرے کہ جب بھی کوئی اسے پڑھے اسے وہ کیفیت اپنی حیثیت کے مطابق سہی، کم درجے میں سہی لیکن کچھ نہ کچھ محسوس ضرور ہو تو یہ نثر ہوگی۔ اب آپ دیکھیں کہ ایک واقعہ کو اخبار نویس لکھتا ہے تو وہ خبر بن جاتی ہے جو آپ کو متوجہ تو کرتی ہے لیکن اپنی کوئی کیفیت نہیں چھوڑتی۔ اسی واقعہ کو ایک افسانہ نگار یا کالم نگار لکھتا ہے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ شاعر لکھے تو شاید اس سے زیادہ درد آئے دل میں۔"

"اس سے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ شاعری ہماری پریکٹیکل لائف سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں؟"

"نہیں، نہیں، ہرگز نہیں، جس چیز کا تعلق عملی زندگی سے نہ ہو وہ انسان کو متاثر کر ہی نہیں کر سکتی۔"

"ادب اگر ادب ہو تو ہر چیز کو خود متاثر کرتا ہے۔ وہ کسی سے اثر پذیر نہیں ہوتا بلکہ ہر چیز پر خود حاوی ہوتا ہے۔"

"آپ کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے زیادہ تر شاعری دوران سفر کی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟" (ہر نظم یا غزل کے اختتام پر درج ہے کہ کہاں لکھی گئی)

صوفی کو ایک بڑی سہولت یہ ہوتی ہے کہ وہ خلوت درانجمن ہوتا ہے۔ وہ ایک ہجوم میں بیٹھ کر بھی تنہا ہوتا ہے اور اس کی تنہائی میں بھی ایک ہجوم ہوتا ہے

"کوئی خاص وجہ نہیں۔ دراصل میں اتنا مصروف ہوتا ہوں کہ دوران سفر ہی فارغ ہوتا ہوں لہٰذا فراغت کے ان لمحوں میں شعر کہہ لیتا ہوں۔"

"اس دوران ٹریفک کا شور یا دوسری باتیں اثر انداز نہیں ہوتیں؟"

"صوفی کو ایک بڑی سہولت یہ ہوتی ہے کہ وہ خلوت درانجمن ہوتا ہے۔ وہ ایک ہجوم میں بیٹھ کر بھی تنہا ہوتا ہے اور اس کی تنہائی میں بھی ایک ہجوم ہوتا ہے۔ یہ اس کے اپنے حالات ہوتے ہیں، تو مجھے یہ بیرونی چیزیں ڈسٹرب نہیں کرتیں۔"

"کیا دوران سفر آپ نے نثر بھی لکھی؟"

"نثر لکھنے کا اتفاق کم ہوا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ سفر اتنا طویل کوئی بھی نہیں رہا کہ پورا مضمون لکھا جا سکے۔ دور کا سفر ہوائی جہاز کی وجہ سے سکڑ جاتا ہے۔ ہاں امریکہ یا جاپان آتے جاتے ہوئے میں نے سفرنامے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لکھا۔"

"کبھی ایسا ہوا کہ آپ کو اپنا ہی کلام پڑھ کر مزا آیا ہو؟" ہم نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی شعر کسی نے پڑھا یا میری نظر سے گزرا تو بہت پسند آیا مگر پھر کسی طرح پتا چل گیا کہ یہ تو اپنا ہی شعر ہے۔" وہ دھیمے سے ہنس دیئے۔

"آپ کو یاد نہیں رہتا کہ یہ آپ کا اپنا شعر ہے؟" ہمیں حیرت سی ہوئی۔

"مجھے اپنے بہت کم شعر یاد ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں رات کو شعر کہوں تو صبح تک پوری غزل یاد ہوتی ہے اور اسے لکھ لیتا ہوں یعنی جب تک لکھ نہیں لیتا، یاد رہتی ہے لیکن جب لکھ لوں تو ذہن سے محو ہو جاتی ہے۔ شاید لکھنے کے بعد میں ذہنی طور پر اس طرف سے فارغ ہو جاتا ہوں۔"

"اپنی نثر پہچان لیتے ہیں؟"

"ہاں نثر پہچان لیتا ہوں۔"

"کیسا لگتا ہے اگر کوئی آپ کے سامنے غلط شعر پڑھے؟"

"بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ مجھے دو چیزیں بہت زیادہ تکلیف دیتی ہیں۔ ایک جب کوئی شعر

www.naqshbandiaowaisiah.com

غلط انداز سے پڑھے اور دوسرے جب ٹی وی پر ہندی ملی اردو سنتا ہوں۔"

"آپ کو ہندی پسند نہیں؟"

"یہ بات نہیں۔ یا تو ہندی بولی جائے یا اردو! لیکن اردو کے انداز میں ہندی کی ملاوٹ سن کر مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تیسرے مجھے مساجد سے لاؤڈ اسپیکر پر غلط تلفظ کے ساتھ غلط شعر سن کر بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ سر تال کا بھی کوئی موقع نہیں ہوتا اور پھر شعر بھی غلط ہوتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر صحیح المزاج آدمی کو یہ چیزیں تکلیف دیتی ہیں۔"

"آپ کا پسندیدہ کالم نگار کون ہے؟"

"کالم نگاری ایک بہت اچھا فن ہے لیکن یہ اس زمانے میں آسان نہیں۔ ادیب اور کالم نگار میں ایک فرق ہوتا ہے۔ ادیب حالات کے مطابق لکھتا ہے جبکہ کالم نگار وہ ہوتا ہے جو جو کچھ محسوس کرتا ہے اسے بغیر کسی دباؤ یا لگی لپٹی کے کہہ دیتا ہے اور اس زمانے میں ایسے لوگ تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔"

"پسندیدہ شاعر؟"

"بحیثیت شاعر کے فیض احمد فیض کو میں اس عہد کے شعراء میں بہت پسند کرتا ہوں۔ نظریاتی اعتبار سے اگرچہ میں صوفی ہوں اور وہ سوشلسٹ یا نرم الفاظ میں کہہ لیں تو لبرل تھے' وہ ایک الگ شعبہ ہے لیکن الفاظ کا انتخاب اور کیفیت کے بیان کا انداز اور اندازِ بیان میں انفرادیت اور حالات کے مطابق چیزوں کو پیش کرنا' ان سب میں فیض احمد فیض صاحب نے بہت کام کیا اور خوب کیا۔"

"اقبالؒ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"علامہ اقبالؒ کو میں شاعر نہیں مانتا۔"

"جی کیا مطلب؟" ہم ذرا سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"علامہ اقبالؒ مجھے مفسر اور محدث نظر آتے ہیں کیونکہ ان کی جو شاعری زبان زد عام ہے' اس میں یا قرآن پاک کی تفسیر ہے یا ارشاد نبوی ﷺ کی تعبیر۔ لہٰذا اقبالؒ کا مقام شاعری میں اس قدر بلند تر ہے کہ میں انہیں شاعروں میں شمار ہی نہیں کرتا۔ ان کے موضوعات منفرد یکتا ہیں۔ آج تک دوسرا اقبال بننا تو دور کی بات کوئی ان کے موضوعات کو آگے بھی نہیں لے جا سکا۔ ان کی تقلید تک نہیں ہو پائی آج تک۔

"پسندیدہ موسم؟"

"یوں تو سارے ہی موسم پسند ہیں لیکن مجھے گرمیوں میں سخت گرمی اور سردیوں میں سخت سردی پسند ہے۔"

"پسندیدہ لباس؟"

"شلوار قمیص اور پگڑی۔"

"پسندیدہ ڈش؟"

"کباب۔"

"پسندیدہ مشروب؟"

"چائے۔"

"پسندیدہ خوشبو؟"

"یوں تو مجھے ساری ہی خوشبوئیں اچھی لگتی ہیں لیکن چنبیلی سب سے زیادہ پسند ہے۔"

سیماب اویسی صاحب نے اب وقفے وقفے سے گھڑی کی طرف دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ باہر ملاقاتیوں کا ایک ہجوم تھا سو ہم نے جلدی جلدی سوال مکمل کیئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکلے۔ اس وقت ہم یوں محسوس کر رہے تھے جیسے کوئی طالب علم کسی استاد سے مل کر آ رہا ہو۔

دعائے مغفرت کی درخواست

سلسلہ عالیہ کے ساتھی چوہدری شبیر احمد (کراچی) کے والد محترم قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی حمید اللہ مینگل نوشکی کے والد صاحب وفات پا گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

آصف محمود (ڈسکہ) کے تایا جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی رانا الیاس خاں (سادھو گورائیہ گوجرانوالہ) کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی سلمان گل (نوشہرہ) کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ویلنٹائن ڈے

تحریر۔ محمد عطاء اللہ صدیقی

مغربی ذرائع ابلاغ کی تعلیمات و ہدایات کے زیر اثر ہمارے ہاں تواتر سے طبقہ اشراف سے تعلق رکھنے والا ایک جنونی گروہ پروان چڑھ رہا ہے جس نے تہذیب مغرب کی بھونڈی نقالی کو ہی اپنا ایمان بنا رکھا ہے۔ اپنے آپ کو ''ماڈرن'' سمجھنے اور دکھانے کا انہوں نے واحد اسلوب ہی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل مغرب سال بھر میں جو جو تقریبات منائیں' ان کے قدم بہ قدم بلکہ سانس بہ سانس اس شاغلانہ ہنگامہ آرائی میں دیوانہ وار شامل ہو جائیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کے لئے تو بس یہی امر ہی کافی ہے کہ وہ CNN یا کسی اور ذریعہ ابلاغ پر ایک جھلک دیکھ لیں یا معمولی سی خبر سن لیں کہ فلاں تاریخ کو مغرب کی جدید و جواں نسل کوئی تہوار منا رہی ہے اس جدیدیت گزیدہ طبقہ کو تو تہوار منانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ چاہئے۔

نہ یہ ہندوؤں کے دیوالی' ہولی اور بسنت کے تہواروں کو معاف کرتے ہیں' نہ عیسائیوں کے کرسمس یا دیگر تہواروں میں شریک ہونے میں کوئی عیب سمجھتے ہیں۔ بظاہر یہ مسلمانوں کی اولاد ہیں' لیکن مسلمانوں کے اصل تہوار یعنی عیدین کے موقعوں پر ان کے جذبات میں کوئی خاطر خواہ تحریک ہوتی ہے' نہ انہیں منانے میں انہیں کوئی لطف آتا ہے۔ بلکہ ان اسلامی تہواروں کو تو وہ ''عامی'' مسلمانوں کا ہی تہوار سمجھتے ہیں جن میں شریک ہونا ان کی کھوکھلی اشرافیت اور سطحی جدیدیت کے تقاضوں کے منافی سمجھا جاتا ہے۔

ان شریف زادوں کے روشن دماغ میں یہ سوال کبھی نہیں ابھرتا کہ ''گلوبل کلچر'' میں ان کی شرکت یکطرفہ اور غلامانہ کیوں ہے؟ تقریبات منانے کے شغل کو یہ وسعت ظرفی اور روشن خیالی سمجھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے ممدوح اہل مغرب سے بھی بڑھ کر وسیع المشرب اور روشن خیال ہیں کیونکہ انہوں نے تو کبھی مسلمانوں کے تہواروں میں اس جوش و خروش سے حصہ نہیں لیا۔

جس ''ویلنٹائن ڈے'' کو منا منا کر ہم بعض ''محبت کے متوالے'' ہلکان ہوتے رہے ہیں وہ ''تقریب شریف'' تو اہل مغرب کے لئے بھی بدعت جدیدہ کا درجہ رکھتی ہے۔ ماضی میں یورپ میں بھی اس کو منانے والے نہ ہونے کے برابر تھے اس دن کے متعلق مغربی ذرائع ابلاغ بھی اس قدر حساس نہیں تھے۔ اگر یہ کوئی بہت اہم یا ہر دلعزیز تہوار ہوتا تو انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں اس کا ذکر محض چار سطور پر مبنی نہ ہوتا' جہاں معمولی معمولی واقعات کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں سینٹ ویلنٹائن کے متعلق چند سطری تعارف کے بعد ''ویلنٹائن ڈے'' کے متعلق تذکرہ محض ان الفاظ میں ملتا ہے:

''سینٹ ویلنٹائن ڈے'' کو آج کل جس طرح عاشقوں کے تہوار (Lovers Festival) کے طور پر منایا جاتا ہے یا ویلنٹائن کارڈز بھیجنے کی جونئی روایت چل نکلی ہے' اس کا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق تو رومیوں کے دیوتا لوپرکالیا کے حوالہ سے پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری یا پرندوں کے ''ایام اختلاط'' (Meeting Season) سے ہے۔''

گویا اس مستند حوالہ کی کتاب کے مطابق اس دن کو سینٹ سے سرے سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ بعض رومانویت پسند ادیبوں نے جدت طرازی فرماتے ہوئے اس کو خواہ مخواہ سینٹ ویلنٹائن کے سر تھوپ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ نے ماضی میں کبھی بھی اس تہوار کو قومی یا ثقافتی تہوار کے طور پر قبول نہیں کیا۔ البتہ آج کے یورپ کے روایت شکن جنونیوں کا معاملہ الگ ہے۔

ایک اور انسائیکلو پیڈیا ''بک آف نالج'' میں اس دن کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیلات ملتی ہیں مگر وہ بھی تہائی صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کی پہلی سطر ہی رومان انگیز ہے۔

''۱۴ فروری محبوبوں کے لئے خاص دن ہے۔''

اس کے بعد وہی پرندوں کے اختلاط کا ملتا جلتا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

''ایک وقت تھا کہ اسے سال کا وہ وقت خیال کیا جاتا تھا جب پرندے صنفی مواصلت کا آغاز کرتے ہیں اور محبت کا دیوتا نوجوان مردوں اور عورتوں کے دلوں پر تیر برسا کر انہیں چھلنی کرتا ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ ان کے مستقبل کی خوشیاں ویلنٹائن کے تہوار سے وابستہ ہیں۔''

اس انسائیکلو پیڈیا میں ''ویلنٹائن ڈے'' کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا Luper Calia کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلنٹائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی ایک پر امید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیے کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سکے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کر دیا۔''

۱۴ فروری کو سینٹ ویلنٹائن سے کیوں منسوب کیا جاتا ہے؟ اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں البتہ غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں روم میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ (Nun) کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لئے نکاح ممنوع تھا اس لئے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کر لیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوش عشق میں یہ سب کچھ کر گزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو ''شہید محبت'' کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کر دیا۔ چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ سال بھی عیسائی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیئے۔ بینکاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایک ایسی دکان کو نذر آتش کر دیا جس پر ویلنٹائن کارڈ فروخت ہو رہے تھے۔

آج کل یورپ و امریکا میں ویلنٹائن ڈے کیسے منایا جاتا ہے اور اس کو منانے والے دراصل کون ہیں؟ اس کی تفصیلات جاننے کے بعد اس دن کو محض ''یوم محبت'' سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ تہوار ہر اعتبار سے یوم اوباشی یا یوم اباحیت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

ہمارے ایک فاضل دوست جو نہ صرف امریکا سے بین الاقوامی قانون میں پی ایچ ڈی کر کے آئے ہیں بلکہ وہاں ایک معروف یونیورسٹی میں پڑھانے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں' انہوں نے اپنے چشم دید واقعات کی روشنی میں اس کا پس منظر بیان کیا کہ حالیہ برسوں میں امریکا اور یورپ میں اس دن جوش وخروش سے منانے والوں میں ہم جنس پرستی میں مبتلا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں (Gay) پیش پیش تھیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سان فرانسسکو میں ویلنٹائن ڈے کے موقع پر ہم جنس پرست خواتین وحضرات کے برہنہ جلوس دیکھے۔ وہاں یہ ایسا دن سمجھا جاتا ہے کہ جب ''محبت'' کے نام پر آوارہ مرد اور عورتیں جنسی ہوسناکی کی تسکین کے شغل میں غرق رہتی ہیں۔ جنسی انارکی کا بدترین مظاہرہ اسی دن کیا جاتا ہے۔ ہمارے یہ دوست آج کل لاہور میں ایک پرائیویٹ کالج کے پرنسپل ہیں۔ ایک جدید' روشن خیال اور وسیع المطالعہ شخص ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے پاکستان میں ''ویلنٹائن ڈے'' منانے والوں کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا کہ ''میرا جی چاہتا ہے کہ اس دن کے منانے کے لئے جہاں جہاں اسٹال لگائے گئے ہیں' انہیں آگ لگا دوں۔''

www.naqshbandiaowaisiah.com

قدیم رومی کلچر کی روایات ہوں یا جدید مغرب کا اسلوب جنس پرستی' ان کا ہماری مذہبی تعلیمات تو ایک طرف' مشرقی کلچر سے بھی دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قدیم روم میں اس تہوار کو' خاوند کے شکار' کا دن سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں کسی عورت کے لئے مارکیٹ میں خاوند کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا بے حمیتی اور بے غیرتی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے خاندانی نظام میں عورت کو جو احترام حاصل ہے اس کے پیش نظر اس کی شادی بیاہ کا اہتمام اس کے خاندان کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔

''ویلنٹائن ڈے'' ہر اعتبار سے ''یوم اوباشی'' ہے۔ اس کا اصل مقصود عورت اور مرد کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دینا بلکہ تقدس عطا کرنا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں نوجوان نسل کو اس خرافات کے مضمرات سے آگاہ نہیں کیا جارہا۔ ہمارے دانشور جو اسلامی کلچر کے مقابلے میں برصغیر کے قدیم کلچر کے احیا کا پرچار کرتے ہیں' مغربی تہذیب کے اس حیاسوز تہوار کے خلاف آخر خاموش کیوں ہیں؟ ہندوستان کے بعض ہندو تنظیموں بشمول کانگریس نے سابقہ سال ''ویلنٹائن ڈے'' کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے لیکن ہمارے ہاں مذہبی تنظیموں اور مقامی کلچر سے ''محبت'' کرنے والے دانشوروں نے اس طرح کے مظاہرے نہیں کئے۔ مغرب کی ثقافتی استعماریت کا اس قدر غلبہ ہے کہ ہماری قوم کے اندر بے حسی پیدا ہوتی جارہی ہے!

بشکریہ ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی

اھل وطن خبردار!

پاکستان مذہبی جذبہ کی تخلیق ہے اور اسے جذبے ہی سے محفوظ اور سلامت رکھ سکتا ہے۔ اسی لئے دینی تنظیموں کے ذہنی رشتے پاکستان اور اس سے باہر مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور عالم اسلام کے ساتھ پیوست ہیں۔ جب کہ دوسرے حلقے واشنگٹن' لندن ماسکو اور دہلی وغیرہ کے کھونٹے سے بندھے ہیں۔ جن طاقتوں کی تمام تر امیدیں وطن عزیز میں سیکولر عناصر' علاقائی تنظیموں' نسلی اور لسانی بنیادوں پر استوار گروہوں اور چھوٹے چھوٹے مذہبی فرقوں کے عصبیتوں سے وابستہ ہیں۔ اے اہل وطن خبردار!

اھل وطن خبردار!

بسنت گستاخ رسولؐ کی میراث ہے' قصوری

بسنت گستاخ رسولؐ کی میراث ہے جسے مغلیہ دور میں حضورؐ کی شان میں گستاخی پر سزائے موت ہوئی۔ یہ بات ممتاز سیاستدان احمد رضا قصوری نے اپنے ایک بیان میں کہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعے پر اس وقت کے علماء نے مرتد سے اپنے الفاظ واپس لینے اور معافی کا کہا تو اس نے پھانسی چڑھ جانے کو ترجیح دی۔ اس کی یاد میں ہندوؤں نے پتنگوں کے ذریعے رنگ بکھیرے' آج بھی یہ رسم نہایت ہی اہتمام کے ساتھ مناتے ہیں۔ اس کا ایک مقصد مسلمانوں کی تذلیل بھی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

فیملی ڈاکٹر

تحریر۔ پروفیسر عبدالرزاق

بیماری اور بیمار

یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر آدمی بیمار ہوتا ہے۔ شہری ہو یا دیہاتی' پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ۔ غریب ہو یا امیر۔ افسر ہو یا ماتحت۔ مگر ردعمل مختلف لوگوں کا مختلف ہوتا ہے مثلاً

۱۔ بیماری کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا اطمینان وسکون اٹھ جاتا ہے اور بے چینی اور پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔

۲۔ بیماری کے علاج کی فکر ہوتی ہے۔

ان دو باتوں میں سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ علاج کی فکر کے سلسلے میں ردعمل مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) بیمار پرسی کے لئے لوگ آتے ہیں تو کوئی عورت منہ پر شہادت کی انگلی رکھ کر کہتی ہے کہ ہائے ماسی بھاگ بھری کو یہی تکلیف ہوئی تھی اس نے جوائن کھائی تھی ٹھیک ہوگئی۔ ایک ردعمل یہ ہوتا ہے کہ بس علاج شروع ہو گیا۔ (۲) بیمار پرسی کرنے والوں سے پوچھا کہ بھائی کسی کو کسی حکیم کا پتہ ہے۔ جواب ملا ہاں فلاں گاؤں میں ایک بزرگ حکیم سمندر خان ہے بس سراغ لگ گیا اور وہاں جانے کا انتظام ہونے لگا۔

(۳) وہ تو دیہاتیوں اور ان پڑھ لوگوں کا ردعمل ہے۔ پڑھے لکھے اور شہری لوگ یہ نہیں کرتے بلکہ بازار چلے۔ کسی دکان پر ڈاکٹر کا بورڈ لکھا دیکھا اس کے پاس چلے گئے اور علاج شروع ہو گیا۔

(۴) ان سے ذرا سیانے لوگ احتیاط کرتے ہیں کہ یہ دیکھتے ہیں ڈاکٹر اچھا کوالیفائیڈ ہے۔ اس سے علاج کراتے ہیں۔

(۵) کچھ ان سے بھی زیادہ دانا ہوتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ صرف کوالیفیکیشن کافی نہیں علاج کا تجربہ بھی ہو اس لئے کسی پرانے تجربہ کار ڈاکٹر سے علاج کراتے ہیں۔

(۶) کچھ ان سے سنیئر ہوتے ہیں جن کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ کوالیفیکیشن بھی ضروری ہے۔ تجربہ بھی ضروری ہے مگر یہ بھی دیکھا جائے کہ اس کے ہاتھ میں شفا بھی ہے کیا؟ یعنی اس کے پاس آنے والوں کو شفا ہوتی ہے یا یہ محض عدم آباد کے ویزے ایشو کرتا ہے۔ ان سب کے ردعمل میں پریشانی اس وقت دور ہوتی ہے جب شفا ہو جائے۔

(۷) ایک ردعمل ان سب سے سینئر ہوتا ہے وہ یہ کہ ہر دفعہ گھر کے کسی فرد کے بیمار ہونے پر تلاش کا عمل شروع نہیں کر دیتے بلکہ ایک دفعہ تلاش کے بعد جس ڈاکٹر پر اعتماد ہو جاتا ہے اس کو اپنا فیملی ڈاکٹر بنا لیتے ہیں اور وہ بھی ان کے مزاج کا واقف ہو جاتا ہے۔

یہ ردعمل ایسا ہے کہ مریض کو ڈاکٹر کے پاس پہنچتے ہی اطمینان ہو جاتا ہے اور پریشانی دور ہو جاتی ہے گو شفا کا مرحلہ ابھی دور ہوتا ہے مگر فیملی ڈاکٹر بنا لینے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شروع میں ہی پریشانی کم ہو جاتی ہے اور علاج بھی ٹھیک مریض کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آدمی کے پاس عزیز ترین متاع صرف جسم ہے یا کوئی اور چیز بھی ہے۔ اس سلسلے میں اکثر سننے میں آتا ہے کہ جان بہت پیاری ہے یہ جان کیا چیز ہے؟ کیا یہ وہی تو نہیں جسے روح کہتے ہیں۔ ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر بات یہی ہے تو اس سے بڑا جھوٹ آج تک نہیں بولا گیا کہ جان پیاری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جسم پیارا ہے۔ مگر اس جسم سے لطف اٹھانے اور دنیا کے مزے لینے کے لئے ضروری ہے کہ جان کا تعلق اس کے ساتھ موجود ہو اگر اس کا تعلق ختم ہو جائے تو اس جسم سے مزے لینے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر جان پیاری ہو یعنی روح سے پیار ہو تو آدمی جس طرح جسم کا خیال رکھتا ہے روح کا اس سے بڑھ کر خیال ہو۔ کیونکہ جسم تو چند دن کا مہمان ہے اور روح کو کبھی مرنا نہیں ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ جسم کی تکلیف اور آرام دونوں محدود وقت کے لئے ہیں مگر روح کی تکلیف بھی دائمی اور راحت بھی ابدی۔ اس لئے روح کے متعلق فکر کرنا تو جسم سے بھی زیادہ ضروری بات ہوتی ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

روح کی فکر کرنے والے دنیا میں ایک فی ہزار نہیں ایک فی لاکھ مل جائیں یہ بھی مشکل ہے۔

ذرا سوچئے کہ کسی نے خود سوچا ہے یا کسی جاننے والے سے کبھی پوچھا بھی ہے کہ روح کی صحت کسے کہتے ہیں اور روح کی بیماری کیا ہے۔ اپنے گردوپیش نظر دوڑائیں اور اپنے حافظہ سے کام لیں کبھی کوئی آدمی آپ کو ملا ہے خود اپنے سمیت۔ جس نے کبھی روح کے متعلق یہ بحث بھی چھیڑی ہو۔ آپ کہیں گے' اچھا! ہم نے کبھی یہ بحث نہیں چھیڑی اب تم ہی چھیڑ دو۔ اچھا پہلے بتائیے کہ آپ یہ بحث سننے کی زحمت گوارا فرمائیں گے اگر ایسا ہے تو سنئے۔

روح کا جو خالق ہے اس نے اس کی صحت اور بیماری کا خود اتا پتہ بتا دیا ہے۔

(۱) روح کی صحت کی علامت بتائی کہ جس کو پختہ یقین ہو کہ میرا پیدا کرنے والا کوئی ہے اور اس نے مجھے بے مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ میری تخلیق کا کوئی مقصد ہے اس یقین کا اصطلاحی نام ہے ایمان۔

روح کی صحت کی پہلی نشانی یہ ہے۔ ایسی روح کا خالق کے ہاں مقام کیا ہے فرمایا۔

ان الذین امنوا وعملو الصالحت اولئك هم خیر البریة یعنی جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ساری مخلوق سے افضل اعلیٰ اور بہتر ہیں۔

یہ ایمان کیا ہے؟ اس کے دو اجزا ہیں اول زبان سے اقرار کرنا دوم دل سے یقین کرنا کہ ہمارا خالق اللہ ہے اور ہمارا کام صرف یہ ہے کہ جو وہ کہے وہی کریں۔

زبان سے اقرار کا تعلق انسانوں سے ہے کہ وہ جان لیں کہ ہم کون ہیں کیا ہیں۔ یہ پہلو ایسا ہے کہ آدمی کڑی پچی زبان سے اقرار کر کے لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے۔ پھر یہ تو روح کی صحت کی نشانی نہ ہوئی یہ تو ایک اور بیماری ہوئی جس کا نام نفاق ہے اور روح کے ایسے بیمار کو منافق کہتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ روح کی صحت کی اصلی پہلی علامت دل سے یقین کرنا ہے کہ اللہ ہمارا خالق ہے اور ہمیں اس لئے پیدا کیا کہ جو وہ کہے وہ کریں۔

اب دیکھئے اللہ کریم نے **امنوا** کے ساتھ **عملو الصالحت** کو جوڑ دیا۔ کہ روح کی صحت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ صرف ایمان پر بس نہ کرے ساتھ ہی اعمال صالحہ کرے۔ وہ کیا ہیں وہ ایک ہی عمل ہے جو انسان کا مقصد تخلیق ہے کہ انسان صرف وہ کرے جو خالق کہے ان دونشانیوں کے مجموعے سے جو صورت بنتی ہے اس کا نام ہے محبت یا یوں کہئے کہ محبت ہی دراصل یقین بھی پیدا کرتی ہے اور عمل پر بھی ابھارتی ہے اس لئے لازم ٹھہرا کہ روح کو جس سے محبت ہوگی اسی کی بات پر دلی یقین بھی ہوگا اور اسی کی بات ماننے کی خواہش بھی ہوگی اور اگر یہ محبت ترقی کر جائے گی تو محبوب کی بات ماننے کی صرف خواہش ہی نہیں ہوگی بلکہ تڑپ ہوگی کہ محبوب کہتا رہے اور میں کرتا رہوں۔ بس معلوم ہوا کہ روح کی صحت کی پہلی اور آخری نشانی یہ ہے کہ اسے خالق سے شدید محبت ہو اللہ کریم نے یہی فرمایا کہ **والذین امنوا اشد حبا للّٰہ** یعنی صحیح معنوں میں جو انسان ہے جسے مومن کہتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ اسے سب سے زیادہ اللہ سے محبت ہوتی ہے۔

اب یہاں مشکل یہ آن پڑی کہ محبت کوئی مادی چیز نہیں کہ نظر آئے یہ ایک کیفیت ہے اور وصف ہے اور دل کا وصف ہے۔ اور یہ دور تو اداکاری کا دور ہے اور اداکاری بہت بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے۔

لہٰذا یہ نہایت مشکل کام ہے کہ آدمی معلوم کر سکے کہ یہ کہنے والا کہ مجھے اللہ سے محبت ہے اداکاری کر رہا ہے یا اسے واقعی سب سچ محبت ہے۔

پھر یہ معلوم کرنا کہ اسے اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے اس سلسلے میں ہمیں صرف یہ دیکھنا کہ مجھے اللہ سے محبت ہے یا نہیں اور ہے تو کس درجے کی ہے دوسروں کے متعلق کھوج لگانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں تو اس کا طریقہ اللہ نے خود بتا دیا کہ اس جذبے کا اظہار عمل سے ہو کے رہتا ہے۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ میری عملی زندگی کا حال کیا ہے کیا میں عملی زندگی میں ہر وہ کام کرتا ہوں جو خالق کہتا ہے۔ کیونکہ عمل صالح صرف یہی ہے اگر ایسا ہے تو شکر ہے کہ میری روح صحت مند ہے اگر نہیں تو میری روح بیمار ہے۔

اب آپ اپنی روزمرہ زندگی پر نگاہ جمائیں پھر اپنے ماحول کو دیکھیں پھر اخباروں کا مطالعہ کریں۔ کیا آپ کو اس وسیع دنیا میں کوئی روح کامل صحت مند نظر آتی ہے۔ آپ کی نگاہ یقیناً مایوس ہو کر پلٹے گی اور جب پلٹ کر اپنے آپ پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

پڑے گی تو یہاں بھی یہی نظر آئے گا کہ اپنا حال بھی یہی ہے۔

اب بتایئے عقل کیا کہتی ہے کہ صرف جسم جو چند دن کا مہمان ہے اس کی صحت اور اس کے علاج کی فکر ضروری ہے یا روح جسے مرنا ہی نہیں اور جس کی کلفتیں بھی ابدی اور راحتیں بھی ابدی اس کے علاج اور اس کی صحت کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر واقعی کہیں عقل موجود ہوگی تو یہی فیصلہ کرے گی کہ جسم سے زیادہ روح کی صحت کی فکر کرنی چاہئے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ روح کی بیماری کا احساس ہی مفقود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ احساس پیدا ہو کہ میری روح بیمار ہے یہ احساس کیسے پیدا ہو۔ یہ احساس پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کو یہ معلوم ہو کہ روح کی صحت یہ ہے کہ آدمی کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہو۔ یہ سب سے زیادہ کا معاملہ اور بھی ٹیڑھا ہے یہ پیمائش کیسے ہو کہ سب سے زیادہ ہے۔

یہ معاملہ ٹیڑھا نہیں نہایت آسان ہے مگر لوگ جان بوجھ کر ادھر آتے ہی نہیں۔

روح کی صحت یا سب سے زیادہ اللہ سے محبت کی نشانی تو معلوم ہوگئی کہ اللہ جو کہے وہی کرنے کی تڑپ اور عملاً اس میں لگ جانا یہ ہے کہ روح کی صحت اور بیماری وہی ہوتی ہے جو صحت کے الٹ ہو لہٰذا بیماری یہ ہے کہ اللہ کے کہنے کے مطابق کرنے کا کبھی بھول کر خیال ہی نہ آئے۔ اس بیماری کے کئی درجے ہیں اور کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً

(۱) یہ معلوم کرنے کا خیال ہی نہ آئے کہ اللہ نے کیا کرنے کے لئے کہا ہے اور کس کے کرنے سے روکا ہے۔

یہ حالت بظاہر بیماری کی خطرناک صورت نظر آتی ہے حقیقت میں یہ حالت وہ ہے جسے کہتے ہیں **لایموت ولایحیی**۔ نہ زندگی نہ موت۔

(۲) کسی حد تک معلوم ہو تو مگر کرنے پر آمادہ نہ ہو سکے یعنی غفلت اور سستی کا شکار ہو۔

(۳) آمادگی پیدا ہو مگر انا کا مسئلہ رکاوٹ بن جائے یہ تکبر کی صورت ہے۔

(۴) خواہ مخواہ مخالفت کا جذبہ ابھرے۔ یعنی جی یہ چاہے کہ وہ کام ہرگز نہیں کرنا جو اللہ کہے۔ صرف وہی کرنا جس سے اللہ نے روکا ہے۔

اور یہ معلوم کرنا کہ اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے۔ بڑا آسان ہے۔ یہ تو طے ہو چکا کہ آدمی جو کام بھی کرتا ہے۔ محبت ہی کراتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس چیز کی محبت اللہ کی بات ماننے سے روکے اس کی محبت اللہ کی محبت سے زیادہ اور اگر کسی چیز کی محبت اللہ کی محبت سے نہ روک سکے تو اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے۔ یہ محبتیں بھلا کون کون سی ہیں جو اللہ کی محبت میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

(۱) خواہش نفس۔ لذت پرستی۔ رسم و رواج کی پابندی کی محبت۔ سوشل سٹیٹس بلند رکھنے کی محبت۔

یا یوں کہئے کہ اللہ کے بغیر کسی چیز کی محبت جب اللہ کی محبت یعنی اللہ کے کہے پر عمل کرنے سے روکے تو اس کی محبت سب محبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔

قاعدہ ہے کہ جب بیماری کا احساس ہو جائے تو آدمی علاج کی فکر کرتا ہے اور علاج کی فکر کے سلسلے میں مختلف آدمیوں کی سوچ اور اپروچ کا بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ بہترین صورت وہی ہے جو بیان ہو چکی کہ ماہر ڈاکٹر کی تلاش کی جائے اور ماہر ڈاکٹر وہ ہوتا ہے جس میں تین وصف ہوں۔

(۱) طب یا میڈیکل سائنس کا عالم ہو۔

(۲) علاج کرنے کا تجربہ طویل ہو۔

(۳) اس کے پاس آنے والے مریضوں میں سے اکثر صحت یاب ہوتے ہوں۔

جب ایسا ڈاکٹر مل جائے تو اس کے ساتھ معاہدہ کر کے اسے اپنا فیملی ڈاکٹر بنالیا جائے۔

معاہدہ یہ ہوتا ہے کہ صحت کے معاملے میں اپنی پسند اپنی مرضی اور اپنی خواہش سے دست بردار ہو جائے اور دوا۔ غذا اور پرہیز تینوں شعبوں میں ڈاکٹر کا غلام بن کر رہ جائے۔

روح کے معالج کی تلاش کے سلسلے میں بالکل یہی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ یعنی روحانی ڈاکٹر کی تلاش میں نکلے تو یہی تین باتیں دیکھے۔

(۱) میڈیکل سائنس یعنی دین کا علم کسی کامل سے حاصل کیا ہو یا علم مکمل نہ ہو مگر کسی کامل کی صحبت میں برسوں رہا ہو۔ یہ اس لئے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کتابی علم اگرچہ باضابطہ نہ ہو مگر

کامل کی تربیت سے اس مقام تک پہنچ گیا ہو کہ کتابی علم والے اس کا خواب بھی نہ دیکھ سکیں۔

صحابہ کرام کو دیکھ لو۔کوئی سوا لاکھ کے قریب ہیں ان میں کتابی علم والے شاید چند سو بھی نہ ہوں۔مگر حضور اکرم ﷺ کی تربیت سے وہ اس مقام پر پہنچ گئے کہ کامل استاد نے سند عطا کی۔

اصحابی کالنجوم بالیھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ یعنی کوئی بڑا کوئی چھوٹا کوئی زیادہ روشن کوئی کم تر لیکن تم جس کا دامن تھام لو گے تمہاری روح کا معلوم کر کے چھوڑے گا۔

(۲) طویل تجربہ۔

(۳) اس کے ہاتھ میں شفا ہو مولانا تھانوی فرماتے تھے میں نہ ولی ہوں نہ ولی بناتا ہوں ہاں میرے پاس کوئی ٹھہر جائے تو انسان بنا دیتا ہوں' حق یہ ہے کہ انسان بنانا ہی سب سے مشکل کام ہے۔تو ہاتھ میں شفا کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے پاس آنے والوں میں سے اکثر انسان بن کے جاتے ہوں۔

لطیفہ۔میرے ایک پرانے رفیق ایک دفعہ مجھے ملے اور بڑے افسوس سے کہنے لگے تو اچھا خاصا پڑھا لکھا آدمی ہے تو نے مولوی اللہ یار خاں میں کون سی کرامت دیکھی کہ اسکے بے دام غلام بن گئے۔

مجھے ان کی بات میں خیر خواہی اور دلسوزی کی کیفیت محسوس ہوئی یہ نہیں کہ طنز یا استہزا کے طور پر کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا میں نے ان کی دو کرامتیں دیکھی ہیں اور میں ان کے کمال کا قائل ہو گیا ہوں۔کہنے لگے وہ کون سی؟ میں نے کہا کیا مولی اکرم اور امان اللہ لک۔وہ ان دونوں کی سابقہ زندگی سے پوری طرح واقف تھا۔کچھ سوچ کر کہنے لگے۔بس مان گئے بھائی تمہاری تلاش اور انتخاب دونوں صحیح ہیں۔

یہ کہنے کا مطلب یہ ہے روحانی ڈاکٹر کا اصل کمال یہ ہے کہ حیوان ناطق یا سوشل اینیمل کو انسان بنا دے جب مرحلہ طے ہو جائے تو اصل کرنے کا کام یہ ہے کہ ایسے ڈاکٹر کو اپنا فیملی ڈاکٹر بنا لے۔اور اس کے ساتھ وہی معاہدہ کرے۔کہ روحانی صحت کے بارے میں یہ عہد کرتا ہوں کہ دوا۔غذا۔اور پرہیز کے بارے میں اپنی پسند اور مرضی سے دستبردار ہوتا ہے اور آپ کی پسند اور مرضی کے تابع رہوں گا۔اس روحانی ڈاکٹر کو اصطلاح میں شیخ کامل کہتے ہیں اور اس معاہدہ کو بیعت کہتے ہیں۔بیع کا لفظ لغت اضداد میں سے ہے یعنی اس کے معنی بیچنا بھی ہے اور خریدنا بھی ہے۔بیعت میں یہی ہوتا ہے کہ سالک یا مرید اپنی پسند اور خواہش کو شیخ کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اور شیخ خرید لیتا ہے۔میں تمہیں اس کے بدلے اللہ کا بندہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

اگر دونوں طرف سے یہ باتیں نہ ہوں اور بیعت بھی ہوتی رہے اور دونوں طرف سے اداکاری ہو رہی ہے اور سٹیج سے ہٹے تو دلیپ کمار اپنے اصلی رنگ میں۔جب یہ معاہدہ یا بیعت ہو چکی تو اصل کام شروع ہو گا۔شیخ کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی اور سالک کی طرف سے دیانتداری اور لگن کے ساتھ محنت۔

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ بیعت کیا ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے اور یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ بیعت کی اداکاری کیا ہے۔اور دونوں طرف سے فلمسٹار کیسی کیسی اداکاری کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور صورت حال کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جسمانی صحت کے سلسلے میں جعلسازی کا روبار عام ہے جو لوگ طب کی ابجد سے واقف نہیں ہوتے حکیم حاذق کا بورڈ لگا کر کاروبار شروع کر دیتے ہیں اسی طرح جو لوگ کسی ہسپتال میں کمپوڈر بھی نہیں رہے ہوتے۔ڈاکٹر کا بورڈ لگا کر کلینک کھول دیتے ہیں مقصد صرف لوگوں کو لوٹنا' ہیروئن چرس وغیرہ بیچتے ہیں ان کے پاس آنے والے بیمار نہیں ہوتے منشیات کے رسیا خریدار ہوتے ہیں۔اسی طرح روحانی علاج کے سلسلہ میں بھی جعلسازی کا کاروبار ہوتا ہے اور خوب چلتا ہے۔ان کے پاس آنے والے بھی وہ نہیں ہوتے جن کو اپنی روحانی بیماری کا احساس ہو چکا ہو اور معالج کی تلاش میں ہوں بلکہ اس لبادے میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔کوئی اولاد مانگ رہا ہے کوئی مقدمے کی کامیابی کے لئے گر تلاش کر رہا ہے۔غرض اداکاروں کے سامنے صرف زر۔زن زمین وغیرہ میں سے کوئی چیز ہوتی ہے۔اس لئے جس طرح حقیقی روحانی ڈاکٹر کمیاب ہیں اسی طرح حقیقی روحانی مریض بھی نایاب ہیں دونوں طرف اداکاروں کی چاندی ہے۔

اب آیئے اصل مقصد کی طرف۔

ماہر روحانی طبیب یعنی شیخ کامل اس اثر کو

زائل کرنے کی تدبیر کرتا ہے جو بیماری کے حملہ کے وقت مریض پر سب سے پہلے ہوتا ہے یعنی پریشانی اور اطمینان وسکون کا فقدان وہ نسخہ ایسا ہے جو دنیا کے اطباء اور ڈاکٹروں کے خالق کا ارشادفرمایا ہوا ہے۔ ارشاد ہے۔ **الابذکر اللہ تطمئن القلوب**۔ یعنی خبردار کان کھول کر سن لو کہ دلوں کا اطمینان یادالٰہی سے ملتا ہے۔ اور یہ نسخہ برسوں بلکہ صدیوں کا مجرب نسخہ ہے۔ ذکر الٰہی کے کئی طریقے ہیں مثلاً ذکر قلبی ذکر لسانی۔ ذکر عملی۔ پھر ذکر قلبی میں ذکر پاس انفاس۔ ذکر ارہ۔ ذکر لسانی میں ذکر یک ضربی دوضربی چہار ضربی وغیرہ۔

جس طرح طب جسمانی میں چار قسم کے طریقے استعمال ہوتے ہیں۔ طب یونانی آیورویدک۔ ایلوپیتھی۔ ہومیوپیتھی ان میں سے پہلے تین میں علاج بالضد کا اصول اختیار کیا گیا ہے اور چوتھی قسم علاج بالمثل کے اصول پر کاربند ہے اسی طرح طب روحانی میں بھی علاج کے چار طریقے ہیں۔ قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی ان سب میں دوا وہی ایک ہے جو خالق نے خود ارشاد فرمائی ہے البتہ طریقے مختلف ہیں۔ پہلی تین قسموں میں پہلے ذکر لسانی کرایا جاتا ہے بعد میں ایک مرحلے پر پہنچ کر ذکر قلبی ہوتا ہے آخری قسم یعنی نقشبندی میں شروع سے اخیر تک ذکر قلبی ہی کرایا جاتا ہے۔

طب جسمانی میں علاج بالدوا کے ساتھ علاج بالغذا بھی ہوتا ہے مریض کے لئے خاص خاص غذائیں تجویز کی جاتی ہیں جن کے کھانے سے ہی مرض زائل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح طب روحانی میں بھی علاج بالغذا کا طریقہ بھی استعمال ہوتا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ طب روحانی میں ایک ہی چیز علاج بالدوا میں اور علاج بالغذا میں استعمال کرائی جاتی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ اپنے رب کو اپنے دل میں نہائیت عاجزی سے صبح وشام اور خوف سے صبح وشام یاد کرو اور اہل غفلت میں سے مت ہونا۔

دوسرے مقام پر فرمایا کہ دانا اور عقلمند انسانوں کی نشانی یہ ہے کہ **یذکرون اللہ قیاما و قعود او علی جنوبھم**۔ یعنی وہ کھڑے ہوں بیٹھے ہوں لیٹے ہوں ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

مگر غذا کے لئے تو دو تین وقت مقرر ہیں ہر وقت تو کھاتے رہنے میں کوئی تک نہیں۔ ہاں یہ درست ہے مگر وقت مقررہ پر کھائی جانے والی غذا کے علاوہ ایک غذا اور ہے جو ہر وقت کھائی جاتی ہے اگر اس کا سلسلہ چند منٹ کے لئے رک جائے تو آدمی دوسرے جہاں میں منتقل ہو جائے وہ غذا ہے ہوا اور اس کے کھانے کا ذریعہ سانس لینا ہے۔ اب بتائیے کیا اس غذا کے بغیر زندہ رہنا ممکن ہے ہرگز نہیں اس لئے آخرت میں فرمایا **ولاتکن من الغافلین** اور غفلت کلی مشلک ہے یعنی غفلت عمر بھر کی بھی ہوسکتی ہے ایک سال کی بھی ایک مہینہ کی بھی ایک ہفتہ کی بھی ایک دن کی بھی اور ایک لمحہ کی بھی۔ اس لئے تاکید فرمائی کہ اس غذا کے کھانے میں ایک لمحے کی بھی غفلت نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر قلبی جو کرایا جاتا ہے اس کے طریقہ کا نام ہے پاس انفاس۔ اس کا مطلب ہے ہر سانس کی نگرانی کرنا۔ کہ کہیں غفلت کا شکار تو نہیں ہوگا۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پوری یکسوئی کے ساتھ آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ اور سانس کی نگرانی شروع کردو وہ یوں کہ سانس اندر جائے تو روح کہے اللہ اور باہر نکلے تو روح کہے ہو۔ اور ھو کی ضرب قلب پر لگے۔ بائیں طرف جہاں سینے میں دل دھڑک رہا ہے۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ روحانی بیماری کی ابتدا ہی دل کی غفلت سے ہوتی ہے۔ دل جب اپنے رب سے غافل ہوا روح بیمار ہوگئی۔ یہ غفلت ایسی ہوتی ہے کہ دل گہری نیند سو جاتا ہے اس لئے ھو کی ضرب سے دل کو بیدار کیا جاتا ہے۔ جب دل اچھی طرح بیدار ہو جائے تو سانس کی نگرانی کا عمل آٹو میٹک ہو جاتا ہے یعنی ہر وقت چلتے پھرتے کام کرتے۔ اندر ہی اندر اللہ ھو کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس حالت کو اصطلاح میں قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں اور جب وقت آئے تو ساتھ ہی ذکر عملی شروع ہو جاتا ہے۔ وہ یوں کہ جب کسی ایسے کام کا ارادہ ہو جائے جو اللہ کی نافرمانی کا ہے یا اللہ کی ناپسند کا ہے۔ تو دل بیدار فوراً اندر سے چٹکی لیتا ہے اور آنکھیں کھل جاتی ہیں اور آدمی اس کام کے کرنے کا ارادہ ترک کر دیتا ہے اور توبہ کرتا ہے ذکر الٰہی کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ ارشاد ربانی ہے **ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا**۔ یعنی اس کی بات پر ہرگز کان نہ دھرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر

دیا۔(اس کے کرتوتوں کی وجہ سے)اور نبی رحمت ﷺ سے سوال کیا گیا **امی الاعمال افضل** یا رسول اللہ یعنی اے اللہ کے رسول کون سا عمل سب سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ کیا جائے۔فرمایا **ان تفارق الدنیا ولسانك رطب من ذكر اللہ** فرمایا افضل عمل یہ ہے کہ جب تو دنیا سے جانے لگے تو تیری زبان پر اللہ کا نام ہو۔سبحان اللہ کیا اسلوب بیان ہے ظاہر ہے کہ مرتے وقت انسان کی زبان پر وہی ہوتا ہے جس میں عمر کھپائی ہو اس لئے مراد یہ ہے کہ تو عمر بھر اللہ کی یاد میں لگا دے تاکہ مرتے وقت تیری زبان پر اسی کا نام ہو یہ تو ممکن نہیں کہ عمر بھر اللہ کا نام نہ لیا اور مرتے وقت اللہ کا نام زبان پر ہو۔

طب جسمانی میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ جسم انسانی میں کچھ اعضا ایسے ہیں کہ اگر وہ صحت مند ہیں تو سارا جسمانی نظام درست رہتا ہے اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو تو گاماں پہلوان بھی دو کوڑی کا نہیں رہتا۔ان اعضا کو اعضائے رئیسہ کہتے ہیں اور وہ ہیں دل جگر، معدہ، دماغ، گردے۔

اسی طرح طب روحانی میں بھی روح کے کچھ اعضائے رئیسہ ہیں ان کو لطائف کہتے ہیں اور وہ ہیں قلب، روح۔سری، خفی، اخفی، نفس اور سلطان الاذکار اور روحانی ڈاکٹر سب سے پہلے ان اعضاء رئیسہ کا علاج کرتا ہے اور ان کو قوی بنانے کی فکر کرتا ہے اس کا ذریعہ وہی ایک دوا یعنی ذکر الٰہی ہے۔جیسے دوسری پارٹی کہتی ہے

یکے دوا است بہ دار الشفائے **میکدہ** ہا
اگر زد رد نا لد کسے شراب دہید

یعنی میکدوں کے ہسپتال میں ایک دوا ہی استعمال کی جاتی ہے کوئی کسی قسم کے درد میں مبتلا ہوا سے شراب دو۔حالانکہ اس دوا سے بیماری نہیں جاتی البتہ بھول جاتی ہے اور روحانی ہسپتال میں جو ایک دوا دی جاتی ہے اس کا حال ایک نرالے مریض کی زبان سنئے

نشہ بھنگ افیم مدھ اترجات پربھات
نام خماری نانکا چڑھی رہے دن رات

یعنی بھنگ افیون ہو یا شراب ان کا نشہ صبح تک اتر جاتا ہے مگر یاد الٰہی کا جو نشہ ہے وہ کبھی اترتا ہی نہیں ذکر الٰہی جب غذا بن جاتا ہے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

اور واقعی ذکر الٰہی بیمار قلب کی دوا ہے اور صحت مند قلب کی غذا ہے۔ترجمان حقیقت نے خوب کہا ہے کہ:

جہان دل جہان رنگ و بو نیست
در وپست و بلند و کاخ و کو نیست
زمین و آسمان و چار سو نیست
دریں عالم بجز اللہ ھو نیست

بلکہ وہ تو یہاں تک کہہ گیا ہے کہ

نفس مارد و لیکن جان ندارد
مسلمانے کہ بے اللہ ھو زیست

یعنی وہ مسلمان جو اللہ ھو یعنی ذکر الٰہی کے بغیر چلتا پھرتا نظر آتا ہے اس میں روح کوئی نہیں صرف سانس لے رہا ہے۔وہ تو ایک چلتی پھرتی لاش ہے۔

اور آخر میں کہتا ہے

نصیب اوست مرگ نا تمامے
مسلمانے کہ بے اللہ ھو زیست

وہ مسلمان جو اللہ ھو یعنی ذکر الٰہی کے بغیر جی رہا ہے وہ دراصل مرگ مسلسل کا شکار ہے۔یعنی نہ وہ زندہ ہے نہ مردہ۔بلکہ اس کی زندگی صرف مرنے میں مصروف ہے۔

جب یہ اعضائے رئیسہ خوب قوی ہو جاتے ہیں تو روحانی ڈاکٹر مریض کو مکمل طور پر طاقتور بنانے اور سارے روحانی نظام کو عمدہ بنانے کے لئے مختلف ٹانک دیتا ہے جن کی ابتداء اللہ کریم کے بتائے ہوئے اس نسخہ کا جزو ہے جو اس نے اپنے خاص بندوں کی نشانی بتائی ہے۔چنانچہ ارشاد ہے پہلی نشانی **الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا و علی جنوبھم**۔

دوسری نشانی **ویتفکرون فی خلق السموت والارض** اس تفکر کے لئے روحانی طب میں اصطلاح ہے۔مراقبہ۔یہ مراقبات یا تفکر اتنا طویل سلسلہ ہے کہ زندگی ختم ہو جائے یہ ختم نہیں ہو سکتے۔بہر حال جب روحانی مریض اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو بیساختہ اس کی زبان پر ایک بات آتی ہے جو وہ ڈاکٹر کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کر دی

اور اپنے دل ہی دل میں کہتا رہتا ہے۔

آتا نہ ہوگا راس کسی کو نہ آئے عشق
ہم کو تو تیرے ذکر نے انسان بنا دیا

یہ ہے کسی شیخ سے بیعت کا فلسفہ